نُورُ الأَنوَار

لأحمد بن أبی سعید الشهیر بملاجیون

(المتوفّٰی 1130ھ)

استاد نعیم بابر صاحب

استاد نبیل صاحب

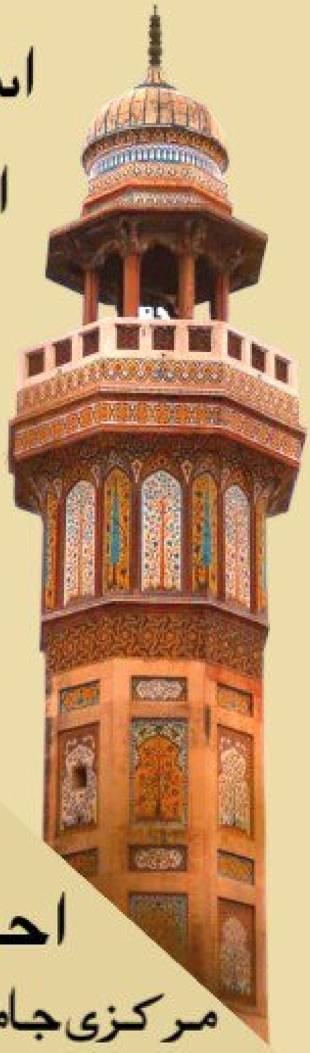

احمد عباس عطاری

مرکزی جامعۃ المدینہ گجرات

عرض کاتب!!!

اس فائل میں آپ کو نور الانوار کے سوالا جوابا نوٹس مل جائیں گے۔۔۔

اگر آپ مندرجہ ذیل کتب کے ہمارے لکھے نوٹس چاہتے ہیں تو نیچے دیئے گئے نمبر پہ رابطہ کریں

(1) تاریخ الخلفاء (2) مختصر القدوری (3) دروس البلاغہ (4) النحو الواضحۃ (5) شمائل محمدیہ (6) الکافیہ (7) نور الانوار (8) مسند امام اعظم (9) المرقاۃ (10) اتحاف المسلم (11) اصول الشاشی (12) مقدمہ الشیخ

03127237373

احمد عباس عطاری

درجہ رابعہ

مرکزی جامعہ المدینہ گجرات

مقدمہ المحشی

نام ونسب:

آپ کانام ابوالبرکات حافظ الدین مفتی الثقلین عبداللہ بن أحمد بن محمود النسفی ہے

قیام گاہ:

آپ شہر "نسف" کے رہنے والے تھے جو کہ ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک ہے اسی لیے آپ کو نسفی کہا جاتا ہے

اساتذہ:

1. محمد بن عبد الستار کردری 2. حمید الدین الضریر 3. بدرالدین خواہر زادہ اور ان کے علاوہ کئی علماء ومشائخ

تصنیفات:

1. الوافی 2. الکافی شرح الوافی 3. المنار 4. کنزالد قائق 5. کشف الأسرار شرح المنار

وفات:

آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے بعض کہتے ہے کہ آپ نے 701 ہجری میں وصال فرمایا اور بعض کہتے ہے کہ آپ نے 710 ہجری میں وصال فرمایا

مصنف "نور الانوار"

نام ونسب: آپ کا نام احمد بن ابو سعید بن عبید اللہ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب صدیق اکبر رَضِیَ اللہ عَنْہُ سے ملتا ہے اس لیے آپ کو صدیقی کہا جاتا ہے اور آپ ملاجیون کے نام سے مشہور تھے۔

جائے ولادت: آپ "امیٹھی" میں پیدا ہوئے جو کہ لکھنو کے علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے اس لیے آپ کو "امیٹھوی" بھی کہا جاتا ہے اور آپ 1047 ہجری میں پیدا ہوئے

تعلیم وتربیت: آپ نے اپنے والد صاحب سے قرآن پاک اور بعض احادیث مبارکہ حفظ کی، اور عربی لغت کو بھی سات سال کی عمر میں جان لیا

مناقب ومقام علمی: آپ کے بارے میں روایت کیا جاتا ہے کہ آپ کا حافظہ بہت مضبوط تھا آپ درسی کتب کو صفحہ بصفحہ بغیر کتاب دیکھیں پڑھتے تھے اور آپ بہت لمبے قصیدوں کو صرف ایک بار سننے سے ہی یاد کر لیے تھے۔

اَساتذۃ: 1. آپ کے والد (ابو سعید) 2. مولانا لطف اللہ حنفی 3. شیخ محمد صادق

شاگرد: 1. آپ کا بیٹا (عبد القادر محمد بن احمد) 2. اورنگ زیب عالمگیر ان کے علاوہ کئی خاص وعام طلباء

تصنیفات: 1. نور الانوار شرح المنار 2. تفسیرات احمدیہ 3. سوَالات احمدیہ 4. مناقب الاَولیاء

وفات: آپ نے 9 ذی القعدہ 1130 ہجری بدھ کے دن دہلی میں وصال فرمایا اور وہی آپ کو دفن کیا گیا پھر 50 دن کے بعد آپ کے جسم مبارک کو دہلی سے امیٹھی میں نقل کیا گیا اور وہاں کے مدرسے میں آپ کو دفن کیا گیا

سوال: نور الانوار لکھنے کی وجہ بیان کریں؟

جواب: نور الانوار کے متن "منار" کی بہت سی شروحات لکھی گئیں مگر ان میں سے کچھ بہت بڑی تھی کہ لوگ اُنکو پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تھے اور بعض اتنی مختصر تھیں کہ ان سے بات مکمل طور پر سمجھ نہ پاتے تو مصنف جب مدینہ منورہ حاضری کیلئے تشریف لے گئے تو آپکے دوستوں نے آپکے پاس

اس کتاب (یعنی منار) کو پڑھا اور اسکی شرح لکھنے کی خواہش کی تو آپ نے اس کی شرح لکھی اور اسکا نام نور الانوار رکھا

نوٹ: "المنار" متن ہے اور "نور الانوار" اس کی شرح ہے

خطبہ المتن

(الحمد لله الذي هدانا إلى الصراط المستقيم)

تمام تعریفیں اللہ پاک کے لیے ہے جس نے ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دی

☆ یہاں پر (الحمد للہ) کی تفسیر واضح ہے

سوال: ہدایت کے کتنے معنی ہیں؟

جواب: ہدایت کے دو معنی ہیں

1. ایسی رہنمائی جو مطلوب تک پہنچانے والی ہو

2. ایسی رہنمائی جو مطلوب تک پہنچا دے

سوال: ہدایت سے کس وقت کونسا معنی مراد لیا جائے گا؟

جواب: علماء کا اس بات پر اجماع ہیں کہ جب ہدایت کی نسبت اللہ پاک کی طرف کی جائے گی تو اس وقت ہدایت کا پہلا معنی مراد لیا جائے گا اور جب ہدایت کی نسبت حضور ﷺ یا قرآن کی طرف کی جائے گی اس وقت ہدایت کا دوسرا معنی مراد لیا جائے گی۔

اسی طرح بعض علماء کرام فرماتے ہے کہ جب ہدایت اپنے مفعول ثانی کی طرف بغیر واسطے کے لوٹے تو اس وقت ہدایت کا پہلا معنی مراد ہو گا اور جب ہدایت اپنے مفعول ثانی کی طرف (الی یا لام کے) واسطے سے لوٹے تو اس وقت ہدایت کا دوسرا معنی مراد ہو گا۔

اعتراض: اگر پہلے قاعدے کی طرف دیکھا جائے تو ہدایت کا پہلا معنی مراد ہو گا لیکن اگر دوسرے قاعدے کو دیکھا جائے تو پھر ہدایت کا دوسرا معنی مراد ہو گا اب ہم یہاں ہدایت کا کونسا معنی مراد لے گے اس طور پر کہ کوئی قاعدہ جھوٹا ثابت نہ ہو؟

جواب: ہم یہاں ھدانا کے بعد (رسلہ) کو محذوف مانیں گے یا پھر یہ کہا جائے گا کہ یہاں الی زائدہ ہے جو کہ تاکید و تقویت کے لیے آیا ہے

سوال: صراط کے کتنے اور کون کونسے معنی ہیں؟

جواب: صراط کے دو معنی ہیں اور وہ یہ ہیں

1. ایک وہ راستہ جو شارع عام پھر ہو اور اس پر ہر کوئی چلتا ہو بائیں اور دائیں جانب توجہ کیے بغیر

2. ایسا راستہ جو افراط (سخت) اور تفریط (نرمی) کا درمیانہ راستہ ہو

سوال: صراط کا دوسرا معنی کتاب کے مطابق کتنی چیزوں پر صادق آتا ہے؟

جواب: صراط کا دوسرا معنی کتاب کے مطابق تین چیزوں پر صادق آتا ہے

جواب: 1۔ یہ معنی شریعت محمدیہ پر صادق آتا ہے کیونکہ یہ زیادہ سختی سے (جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کا دین سخت تھا) اور زیادہ نرمی سے (جیسا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا دین نرم تھا) درمیانہ دین ہے۔

2۔ یہ معنی عقائد اہلسنت پر بھی صادق آتا ہے کیونکہ عقائد اہلسنت جبر و قدر کے (جبر یہ کہتے ہے کہ انسان تقدیر کے لکھے پر مجبور ہے اور قدریہ کہتے ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے) رفض و خروج کے (روافض صحابہ کرام کی فضلیت کو نہیں مانتے اور خوارج اہلبیت کی فضیلت کو نہیں مانتے) تشبیہ و تعطیل کے عقائد کے (مشبھہ کہتے ہے کے وجود کے اعتبار سے اللہ پاک بندوں کی طرح ہے اور معطلہ کہتے ہے کہ اللہ پاک ہے ہی نہیں) درمیانے عقائد ہیں اور ان کے علاوہ بھی باقی تمام عقائد کے درمیانے عقائد ہیں

3۔ یہ معنی تصوف کے راستے پھر بھی صادق آتا ہے کیونکہ محبت اور عقل کے مجموعے کا نام تصوف ہے محض عشق بندے کو جذب کی کیفیت کی طرف لے جاتا ہے اور صرف عقل بندے کو بے دینی اور فلسفے کی طرف لے جاتی ہے

#اور منار کی اس عبارت (صراط المستقیم) سے اللہ پاک کے ایک قول (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ) کی طرف اشارہ ہے

(والصلاۃ علی من اختص بالخلق العظیم)

درود و سلام ہو اس ذات پر جو خلق عظیم کے ساتھ خاص کی گئی ہے

☆ یہاں پر (الصلاۃ) کی تفسیر واضح ہے

سوال: مصنف کا قول (علی من اختص) یہ کس سے اور کس کے لیے کنایہ ہے؟

جواب: مصنف کا قول (علی من اختص) یہ حضور ﷺ سے کنایہ ہے آپ کی طرف توجہ دلانے کے لیے کہ خلق عظیم آپ کے ساتھ خاص ہے۔

سوال:(والصلاۃ علی من اختصّ بالخلق العظیم) میں مصنف نے حضور ﷺ کا نام ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: مصنف نے صرف (علی من اختص بالخلق العظیم) کہا اور حضور ﷺ کا نام اس لیے ذکر نہیں کیا

کیونکہ یہ وصف لوگوں کے ذہنوں میں حضور ﷺ کے لیے پختہ ہے کہ یہ وصف بولنے سے ذہن حضور ﷺ کے علاوہ کسی کی طرف نہیں جاتا

سوال: خُلق کسے کہتے ہیں؟

جواب: "ایسا ملکہ جس سے افعال بآسانی صادر ہوتے ہے" اسے خلق کہتے ہے

سوال: خلق عظیم کسے کہتے ہیں؟

جواب: خلق عظیم کے بارے میں مختلف اقوال ہیں

1۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ عَنۡہا نے فرمایا کہ خلق عظیم قرآن ہے یعنی حضور ﷺ کا ہر عمل بغیر تکلف کے قرآن سے ہوتا تھا اور یہ ان کی فطرت تھی

2۔ بعض کہتے ہے کہ خلق عظیم کونین میں سخاوت کرنے اور کونین کے رب جَلَّ جَلَالَہٗ کی طرف متوجہ رہنے کا نام ہے

3۔ بعض کہتے ہے کہ خلق عظیم وہ ہے جن کی طرف حضور ﷺ نے خود اشارہ فرمایا اپنے اس قول سے کہ "جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو، جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کرو، جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تم اس سے حسن اخلاق سے پیش آؤ"

4۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ خلق عظیم وہ چلنا ہے جس سے اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ اور تمام مخلوق راضی ہو اور یہ بہت کم پایا جاتا ہے

☆ اور مصنف کی یہ عبارت (من اختصّ بالخلق العظیم) اللہ پاک کے قول (وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیۡمٍ) کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

اعتراض: قرآن نے تو خلق عظیم کو حضور ﷺ کے ساتھ خاص نہیں کیا تو پھر مصنف نے کیوں کیا؟

جواب: خلق عظیم کو اگرچہ قرآن پاک نے حضور ﷺ کے ساتھ خاص نہیں کیا لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کی مدح کی جائے تو اس وقت جو وصف ذکر کیا جائے وہ اس شخصیت کا خاصہ بن جاتا ہے

(وعلی آلہ الذین قاموا بنصرۃ الدین القویم)

اور ان کی آل پر جو ہمیشگی والے دین کی مدد کے لیے اٹھے ہیں

☆ اس عبارت کا عطف مصنف کے اختص والے قول پر ہے

سوال: آل کسے کہتے ہیں؟

جواب: آل کے بارے میں مختلف اقوال ہیں

1۔ بعض کہتے ہے کہ آل گھر والیوں (بیویوں) کو کہتے ہیں

2۔ بعض کہتے ہے کہ آل اولاد کو کہتے ہیں

3۔ بعض کہتے ہے کہ آل سے مراد ہر متقی مومن ہے

سوال: کتاب میں آل سے کونسا معنی مراد لینا مناسب ہے؟

جواب: کتاب میں آل سے تیسرے معنی (ہر متقی مومن) مراد لینا مناسب ہے کیونکہ مصنف نے صحابہ وبزرگان دین پر علیحدہ سے سلام نہیں بھیجا اسی لیے ہم وہ معنی مراد لے گے جس میں عموم ہو

سوال: دین کسے کہتے ہیں؟

جواب: "وہ خدائی طریقہ کار جو عقل والوں کو ان کے اچھے اختیارات سے خیر بالذات (اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ ورسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی طرف لے جائے" اسے دین کہتے ہیں۔

سوال: اسلام کسے کہتے ہیں؟

جواب: "وہ دین جو محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ خاص ہے" اسے اسلام کہتے ہیں

اعتراض: مصنف نے عبارت میں اسلام (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دین) کا ذکر کیوں نہیں کیا ہے؟

جواب: مصنف دین کے وصف میں جو قدیم کی صفت لائے ہے اس سے اشارہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دین کی طرف ہے کیونکہ یہی وہ دین ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔

سوال: اصول فقہ کی تعریف حد لقبی کے اعتبار سے بیان کریں

جواب: وہ علم جس میں احکام کے لیے دلائل کو ثابت کرنے کے بارے میں بحث کی جاتی ہے اسے اصول فقہ کہتے ہیں

سوال: اصول فقہ کا موضوع بیان کریں

جواب: "اصول فقہ کا موضوع دلائل اور تمام احکام ہیں

دلائل اس حیثیت سے اس کا موضوع ہے کہ یہ ثابت کرنے والے ہیں اور احکام اس حیثیت سے اس کا موضوع ہے کہ یہ ثابت ہونے والے ہیں۔

(اعلم أنّ اصول الشرع ثلاثة)

جان لیجئے کہ اصول شرع تین ہیں

سوال: اصول کس کی جمع ہے؟ جواب: اصول اصل کی جمع ہے۔

سوال: اصل کسے کہتے ہیں؟ جواب: "جس چیز پر اس کے غیر کی بنیاد رکھی گئی ہو" اسے اصل کہتے ہے

☆ یہاں اس سے مراد دلائل ہیں

سوال: عبارت میں لفظ (الشرع) آیا ہے جو کہ مصدر ہے اور ہم پڑھ چکے ہے کہ مصدر کبھی فاعل اور کبھی مفعول کے معنی میں ہوتا ہے اگر یہ فاعل کے معنی میں ہو تو اس وقت کونسا معنی مراد لے گے اور اگر مفعول کے معنی میں ہو تو پھر کونسا معنی مراد لے گے؟

جواب: اگر لفظ (الشرع) کو شارع (فاعل) کے معنی میں مانا جائے تو اس صورت میں اس کا لام عہدی ہو گا اور اس کا معنی ہو گا "وہ دلائل جن کو شارع نے دلیل کے طور پر قائم کیا"

اور اگر ہم اس کو مشروع (مفعول) کے معنی میں مانیں تو اس صورت میں اس کا لام جنسی ہو گا اور اس کا معنی ہو گا کہ "احکام مشروعہ کے دلائل"

☆ لیکن مناسب یہ ہے کہ ہم یہاں شرع کو دین کے معنی میں مانے اگر ہم ایسا کرئے گے تو پھر کی تاویل کی حاجت نہیں رہے گی

سوال: مصنف نے اصول الشرع کی جگہ اصول فقہ کیوں نہیں کہا؟

جواب: مصنف نے اصول فقہ اس لیے نہیں کہا کہ جس طرح یہ فقہ کے اصول ہے اسی طرح یہ عقائد کے بھی اصول ہے اگر اصول فقہ کہتے تو پھر عقائد خارج ہو جاتے

(الکتاب والسنّہ و اجماع الامّة)

کتاب، سنت اور اجماع امت

☆ یہ تینوں یا ثلاثۃ کا بدل ہے یا بیان ہے ہیں

سوال: اصول فقہ میں کتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: اصول فقہ میں کتاب سے مراد مکمل کتاب (قرآن) نہیں بلکہ بعض کتاب ہے اور وہ پانچ سو آیات ہیں

سوال: اصول فقہ میں سنت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اصول فقہ میں سنت سے بعض سنتیں (حدیثیں) مراد ہے جن کی تعداد تقریباً تین ہزار (3000) ہے

سوال: اصول فقہ میں اجماع امت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اجماع امت سے مراد حضور ﷺ کی امت کا اجماع ہے ان کی شرافت اور عزت کی وجہ سے اب برابر ہیں وہ اجتماع اہل مدینہ کا ہو یا حضور ﷺ کی اولاد کا اجماع ہو یا حضور ﷺ کے صحابہ کا اجماع ہو یا ان کے علاوہ دیگر علماء کا اجماع ہو

(والأصل الرابع القياس)

اور احکام شرعیہ کے لیے چوتھی اصل قیاس ہے

سوال: "والأصل الرابع القياس" میں قیاس سے کونسا قیاس مراد ہے؟

جواب: یہاں قیاس سے مراد وہ قیاس ہے جو سابقہ اصولوں (کتاب، سنت، اجماع) سے نکلا ہوا ہو

اعتراض: مصنف نے اس عبارت میں قیاس کو بغیر کسی قید کے ذکر کیا حالانکہ مناسب یہی تھا کہ وہ اس قید (وہ قیاس جو ان سابقہ اصولوں سے نکلا ہوا ہو) کے ساتھ اس قیاس کو مقید کرتے جیسا کہ فخر اسلام وغیرہ نے کیا ہے تاکہ قیاس شبھی و عقلی نکل جائے

جواب: مصنف نے شہرت پر اکتفا کرتے ہوئے ایسا کیا لہذا آپ کا اعتراض وارد نہیں ہوتا

سوال: قیاس کی وہ مثال دیں جو کتاب اللہ سے لی گئی ہے؟

جواب: قیاس کی وہ مثال جو کتاب اللہ سے لی گئی ہے:

لواطت کا حرام ہونا اس کو قیاس کیا گیا حالت حیض میں وطی کے حرام ہونے پر گندگی کی علت کی وجہ سے اور یہ علت کتاب اللہ سے حاصل کی گئی ہے اللہ پاک فرماتا ہے (وَلَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰى يَطۡهُرۡنَ ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہو لیں)

سوال: قیاس کی وہ مثال دیں جو سنت سے لی گئی ہے؟ جواب: قیاس کی وہ مثال جو سنت سے لی گئی ہے:

چونے اور پوڈر کی زیادتی کو حرام قرار دینا قدر و جنس کی علت کی وجہ سے اور اس کو قیاس کیا چھ چیزوں کے حرام ہونے پر جو کہ حضور ﷺ کے فرمان سے حاصل کی گئی ہے حضور ﷺ نے فرمایا: گندم کی گندم کے بدلے، جو کی جو کے بدلے، کھجور کی کھجور کے بدلے، نمک کی نمک کے بدلے، سونے کی سونے کے بدلے اور چاندی کی چاندی کے بدلے برابر برابر ہاتھوں ہاتھ بیع جائز ہے اور زیادتی سود ہے

سوال: قیاس کی وہ مثال دیں جو اجماع امت سے لی گئی ہے؟

جواب: قیاس کی وہ مثال جو اجماع امت سے لی گئی ہے: مزنیہ کی ماں کے حرام ہونے کو قیاس کرنا لونڈی کی ماں کے حرام ہونے پر وہ لونڈی جس سے اس کے آقا نے وطی کی ہے جزئیت اور بعضیت کی علت کی وجہ سے

اعتراض: مصنف نے قیاس کو علیحدہ کیوں ذکر کیا؟

جواب: مصنف نے اس بات کی طرف توجہ دلانے کے لیے قیاس کو علیحدہ ذکر کیا کہ پہلے تین اصول قطعی ہے اور قیاس ظنی ہے

اعتراض: پہلے تین اصولوں میں بھی تو عام خص منہ البعض اور خبر واحد ظنی ہے اور قیاس میں سے بھی وہ قیاس جو علت منصوصہ کی وجہ سے ہو وہ قطعی ہوتا ہے اس لیے آپ کا جواب مقبول نہیں؟

جواب: مصنف نے یہاں پر اغلب اور اکثر کا اعتبار کیا ہے

سوال: مصنف نے اُصول کہنے کے بعد پھر لفظ (الاصل) کو کیوں ذکر کیا؟

جواب: مصنف نے (الاصل) لاکر قیاس کے منکرین کا قصداًاور صراحتاًرد کیا ہے کہ قیاس بھی شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے

سوال: مصنف نے عبارت میں (الرابع) کے لفظ کو کیوں ذکر کیا؟

جواب: مصنف نے الرابع لفظ لاکر اس بات کی طرف دلالت کی ہے کہ قیاس کا مرتبہ پہلے تین اصولوں کے بعد ہے جب تک حکم ان پہلے تین اصولوں میں سے کسی اصول میں موجود ہو تو اس وقت تک قیاس کی طرف نہیں لوٹے گے

سوال: اصول فقہ کے اصولوں میں سے کون سا اصول کس کے لیے فرع ہے بیان کریں؟

جواب: اصول فقہ کے چاروں اصول دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرع ہے اور یہ تمام حکم کی طرف نسبت کرتے ہوئے اصل ہیں

☆ کتاب اور سنت یہ اللہ ورسول کی تصدیق کے لیے فرع ہے، اجماع یہ داعی کے لیے فرع ہے اور قیاس ان تینوں کے لیے فرع ہے

سوال: اصول اربعہ کی وجہ حصر بیان کریں

جواب: اصول اربعہ کی وجہ حصر:

مسئلے کو نکالنے والے نے یا تو وحی کو پکڑا ہو گا یا غیر وحی کو پکڑا ہو گا اگر وحی کو پکڑا ہو گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس وحی کی بار بار تلاوت کی جاتی ہو گی یا نہیں کی جاتی ہو گی اگر کی جاتی ہو گی تو وہ کتاب اللہ ہے اور اگر اس کی مسلسل تلاوت نہیں کی جاتی ہو گی تو وہ سنت ہے اور اگر اس نے غیر وحی کو پکڑا ہو گا تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ تمام لوگوں کا قول ہو گا یا نہیں ہو گا اگر تمام لوگوں کا قول ہو گا تو وہ اجماع ہے اور اگر اس کے علاوہ ہو گا تو وہ قیاس ہے

سوال: پچھلی امتوں کے احکام پر عمل کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پچھلی شریعتوں کے احکامات کو کتاب اور سنت کے ساتھ ملاکر ان پر عمل کرنا ممکن ہو تو پھر اُن کو ان کے ساتھ ملاکر عمل کریں گے وگرنہ اُن کو چھوڑ دیں گے

سوال: ایک شہر کے لوگوں کے عرف کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایک شہر کے لوگوں کے عرف کو اگر وہ غیر شرعی کام نہ ہو تو اجماع کے ساتھ ملایا جائے گا

سوال: صحابی کے فرمان کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحابی کے فرمان کی دو صورتیں ہیں

1۔ اگر صحابی کا فرمان ہماری عقل میں آتا ہے تو اس کو قیاس کے ساتھ ملادے گے

2۔ اگر وہ فرمان ہماری عقل میں نہیں آتا تو اس کو سنت کے ساتھ ملادے گے

سوال: استحسان اور اس کی اقسام کو کس سے ملایا جائے گا (ان کا کیا حکم ہے)؟

جواب: استحسان اور اس کی اقسام کو قیاس کے ساتھ ملایا جائے گا

پھر مصنف نے ان اصول اربعہ کی تفصیل کو بیان کیا اور کتاب کو ان سب پر مقدم کرتے ہوئے فرمایا:

(أما الکتاب فالقرآن المنزّل علی الرسول)

کتاب وہ قرآن ہے جو حضور ﷺ پر نازل کیا گیا ہے

☆ یہ مکمل کتاب کی تعریف ہے اور یہ کتاب کی تعریف حقیقی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ قرآن اس کتاب کا نام ہے جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے تو یہ اس کی تعریف لفظی ہو گی

سوال: الکتاب میں جو لام ہے یہ کون سا لام ہے؟

جواب: الکتاب میں جو لام ہے یہ لام عہدی ہے اور اس کا معہود وہ بعض کتاب ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے یعنی پانچ سو آیات

☆ قرآن یا مقروء کے معنی میں ہے یا مقرون کے معنی میں ہے

سوال: کتاب کی تعریف اور فوائد و قیودات بیان کریں

جواب: کتاب اللہ کی تعریف: وہ قرآن جو حضور ﷺ پر نازل کیا گیا

کتاب اللہ کی تعریف کے فوائد و قیودات:

المنزّل:

جب لفظ المنزّل کہا گیا تو غیر سماویہ کتب کو خارج کر دیا

علی الرسول:

جب علی الرسول کہا گیا تو حضور پر نازل کردہ کتاب کے علاوہ باقیوں کو خارج کر دیا

سوال: لفظ "المنزّل" کو کتنی قراءتوں سے پڑھنا جائز ہیں؟ جواب: لفظ "المنزل" کو دو قراءتوں سے پڑھنا جائز ہیں

1۔ تخفیف کے ساتھ:

اگر اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھیں گے تو اس کے معنی ہوگے وہ کتاب جو ایک ہی دفعہ اتاری گئی کیونکہ قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک بار میں نازل کیا گیا پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا اور آیت آیت کر کے مصلحتوں اور حاجتوں کے پیش نظر حضور ﷺ پر نازل کیا گیا یا یہ معنی ہوگے کہ یہ ہر رمضان میں ایک مرتبہ حضور ﷺ پر نازل کیا جاتا

2۔ تشدید کے ساتھ: اگر اس کو تشدید کے ساتھ پڑھے گے تو اس کے معنی ہوگے کہ قرآن حقیقت میں مختلف مواقع میں مدت نبوت میں نازل کیا گیا

(المكتوب في المصاحف)

جو مصاحف میں لکھا گیا

☆ یہ قرآن کی دوسری صفت ذکر کی گئی

سوال: مکتوب کے کیا معنی ہے نیز مکتوب حقیقت میں کیا ہے؟

جواب: مکتوب کے معنی ہے "ثابت شدہ" ہے اور مکتوب حقیقت میں نقوش ہے نا کہ لفظ اور معانی

سوال: لفظ اور معنی کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: لفظ اور معنی دونوں مصاحف میں ثابت ہے لفظ حقیقی طور پر ثابت ہے اور معنی تقدیری طور پر ثابت ہے

سوال: (المصاحف) میں جو لام ہو وہ کونسا ہے؟

جواب: اس کے بارے میں دو اقوال ہیں

1۔ المصاحف میں جو لام ہے یہ جنسی ہے اور اس کا قرآن کے علاوہ کو عام ہونا یہ اس کو ضرر نہیں دے گا کیونکہ آخری قید اس کو ان دیگر صحیفوں سے نکال دے گی۔

2۔ یہ لام عہدی ہے اور اس کا معہود وہ سات قراءتوں کے صحیفے ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے

سوال: صحیفہ کی تعریف بیان کریں جواب: "جس میں قرآن لکھا گیا ہو" اسے صحیفہ کہتے ہے

☆ قرآن اور صحیفہ ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں

سوال: المکتوب في المصاحف کے ذریعے کن چیزوں سے احتراز کیا گیا ہے؟

جواب: المکتوب في المصاحف سے ان آیتوں کو نکالا گیا ہے جن کی تلاوت کو منسوخ کر دیا نہ کہ حکم کو منسوخ کیا گیا ہے

جیسا کہ اللہ پاک کا قول "الشیخ و الشیخة اذا زنیا فارجموهما نكالا من الله والله عزیز حکیم"

☆ امام ابیؓ کی قراءت میں اس کی اور مثالیں بھی ہے

(المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة)

جو حضور ﷺ سے پے در پے نقل کیا گیا ہو اور اس کے نقل کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو

☆ یہ قرآن کی تیسری صفت ہے یعنی جو حضور ﷺ سے پے در پے نقل کیا گیا ہو اور اس کو نقل کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو

سوال: (المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة) اس عبارت میں موجود لفظ (متواتر) کے ذریعے کن چیزوں سے احتراز کیا گیا ہے؟

جواب: لفظ متواتر کے ذریعے دو طرح کی آیات سے احتراز کیا گیا ہے

1۔ وہ آیات جو خبر واحد کے طریقے پر نقل کی گئی ہے

جیسا کہ رمضان کے قضاء روزوں کے بارے میں حضرت ابیؓ کی قراءت میں ہے: "فعدة من أيام آخر متابعات"

2۔ وہ آیات جو مشہور کے طریقے پر نقل کی گئی ہو جیسا کہ ابن مسعود کی قراءت میں چور کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا "فاقطعوا ایمانهما" اور قسم کے کفارے کے بارے میں فرمایا گیا: "فصیام ثلاثة ایام متتابعات"

سوال: اگر اس عبارت میں المصاحف کے الف لام کو جنسی معنی تو پھر لفظ بلا شبهة کی کیا وضاحت ہو گی؟

جواب: اگر اس عبارت میں المصاحف کے الف لام کو جنسی معنی تو پھر لفظ بلا شبهة کی یہ وضاحت ہو گی

جمہور علماء کے مذہب کے مطابق یہاں پر لفظ بلا شبہہ یہ تاکید کے لیے آیا ہے کیونکہ ہر وہ چیز جو متواتر ہو وہ بغیر شبہہ کے ہوتی ہے لیکن امام خصاف نے اس کے ذریعے مشہور کو نکالا ہے کیونکہ ان کے نزدیک مشہور متواتر کی قسم ہے لیکن اس میں کچھ شبہہ ہوتا ہے

بعض کہتے ہے کہ بلا شبہہ کے ذریعے تسمیہ سے احتراز کیا گیا ہے کیونکہ تسمیہ میں شبہہ ہے اسی وجہ سے اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہو گا، نماز میں صرف اسی پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے اور جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے اس کی تلاوت کرنا حرام نہیں ہے

لیکن اصح قول یہ ہے کہ یہ قرآن میں سے ہے اور اس میں شبہہ کے پائے جانے کی وجہ سے اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہو گا اور اس کے قرآن کی مکمل آیت نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں اسی پر اکتفاء کرنا بھی جائز نہیں ہو گا

اور جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کا اس کی تلاوت کرنا اس وقت جائز ہو گا جب وہ برکت حاصل کرنے کی نیت سے پڑے اور اگر وہ تلاوت کی نیت سے پڑھے گے تو پھر ان کے لیے جائز نہیں

سوال: اگر المصاحف کے لام کو عہدی مانا جائے تو پھر کیا حکم ہو گا؟

جواب: اگر المصاحف کے لام کو عہدی مانا جائے تو پھر صرف (فی المصاحف) کہنے سے تمام غیر متواترہ آیات نکل جائیں گی اور (المنقول عنہ) سے آخر تک یہ پچھلے جملے کا بیان ہو گا۔

(وھو اسم للنظم والمعنی جمیعا)

قرآن لفظ اور معنی کے مجموعے کا نام ہے

سوال: کیا صرف الفاظ کا یا صرف معانی کا نام قرآن ہے؟

جواب: جی نہیں! صرف الفاظ کا نام قرآن نہیں ہے جیسا کہ اس کے قائلین کی دلیل کے قرآن کی تعریف، نزول، کتابت اور نقل یہ الفاظ سے کی گئی ہے اور صرف معنی کا نام بھی قرآن نہیں ہے جیسا کہ اس کے قائلین کو وہم پیدا ہو تا ہے امام اعظم کے نماز میں عربی عبارت پر قدرت رکھنے کے باوجود فارسی میں قراءت کے جائز قرار دینے سے اور اس کے قائلین کا یہ بھی کہنا ہے کہ مذکورہ صفات (تعریف، نزول، کتابت، نقل) یہ تقدیری طور پر معنی میں بھی جاری ہوتے ہے

سوال: امام اعظم نے فارسی میں نماز پڑھنا کیوں جائز قرار دیا؟

فارسی میں نماز کا جائز قرار دینا یہ عذر حکمی کی وجہ سے تھا

اور وہ عذر یہ ہے کہ نماز کی حالت اللہ پاک سے مناجات کی حالت ہے اور عربی الفاظ یہ عاجز کرنے والے اور بلیغ ہے تو شاید کے لوگ اس پر قادر نہیں تھے یا یہ کہ عربی میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کے ذہن حسن بلاغت و براعت کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔

وہ اخلاص اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہو گے بلکہ یہ الفاظ بندے اور اللہ کے درمیان پردہ بن جائیں گے

سوال: مذکورہ بالا مسئلے کو لے کر امام اعظم پر طعن کرنا کیسا؟

جواب: مذکورہ مسئلے کو لے کر امام اعظم پر طعن نہیں کیا جائے گا کیونکہ آپ اللہ پاک کی وحدانیت اور مشاہدے کے سمندر میں مستغرق تھے

☆ نماز کے علاوہ میں ان دونوں حالتوں کی رعایت کی جائے گی یعنی دونوں طرح قراءت کرنا جائز ہے

اعتراض: اس عبارت میں (اللفظ) کی جگہ (النظم) کو کیوں لایا گیا؟

جواب: اس عبارت میں ادب کی وجہ سے (اللفظ) کی جگہ (النظم) کو لایا گیا کیونکہ نظم کے معنی موتیوں کو لڑی میں جمع کرنا ہے اور لفظ کے معنی پھینکنا ہے اگرچہ عرف میں شعر کو بھی نظم کہا جاتا ہے

سوال: الفاظ و معانی کس کی طرف اشارہ کرتے ہیں؟ نیز یہ بھی بتایئے کہ ان میں سے کون حادث ہے اور کون قدیم؟

جواب: الفاظ کلام لفظی (جو کلام لفظوں میں ہو) کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور معانی کلام نفسی (جو ان میں مفہوم ہو) کی طرف اشارہ کرتے ہیں

لفظ اور معنی دونوں حادث ہے اور یہ یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کے قصے سے، فرعون اور اس کے غرق ہونے کے قصے سے اور ان کے علاوہ باقی قصوں سے عبارت ہے اور یہ تمام کے تمام حادث ہیں۔

سوال: الفاظ کس پر دلالت کرتے ہیں نیز اللہ کے امر و حکم وغیرہ کا کیا حکم ہے کیا یہ قدیم ہے یا حادث ہے؟

جواب: الفاظ اللہ پاک کے امر، حکم، نہی اور اللہ پاک کی خبر پر دلالت کرنے والے ہیں اور اللہ پاک کا امر و حکم اور نہی ہمارے نزدیک بغیر شبہہ قدیم ہیں

(وإنما تعرف أحكام الشرع بمعرفة أقسامهما)

لفظ اور معنی کی اقسام کو جاننے سے شریعت کے احکام کو پہچانا جائے گا

یعنی لفظ اور معنی کی تقسیمات کو جاننے سے شریعت کے احکام، حلال و حرام کو جانا جاتا ہے

سوال: یہاں پر اقسام سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں پر اقسام سے مراد تقسیمات ہے کیونکہ یہاں متعدد تقسیمات ہیں اور ہر تقسیم کے تحت اقسام ہے

سوال: کیا ایک تقسیم کی قسم کا دوسری تقسیم کی قسم کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے؟

جواب: جی ہاں! ایک تقسیم کی قسم کا دوسری تقسیم کی قسم کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے

اعتراض: مصنف نے اقسامھما کیوں کہا اقسامہ کیوں نہیں کہا؟

جواب: مصنف نے اقسامہ کی جگہ اقسامھما اس بات کی طرف توجہ دلانے کے لیے ذکر کیا کہ تقسیم کی اصل لفظ اور معنی کا مجموعہ ہے

سوال: لفظ اور معنی کی چار تقسیمات میں سے کونسی تقسیم لفظ کی ہے اور کونسی معنی کی ہے؟ بیان کریں

جواب: اس بارے میں مختلف اقوال ہیں

1۔ بعض کہتے ہے کہ پہلی تین تقسیمات لفظ کی ہیں اور چوتھی تقسیم معنی کی ہے۔

2۔ بعض کہتے ہے کہ دلالت النص اور اقتضاء النص معنی کی اقسام ہیں اور باقی لفظ کی اقسام ہے۔

3۔ اصح ترین قول یہ ہے کہ ہر قسم میں لفظ کی اس کے معنی کے ساتھ رعایت کی جاتی ہے۔

(وذلك أربعة)

اور وہ چار تقسیمات ہیں

یہاں ذلک کا مشار الیہ قرآن ہے یعنی لفظ اور معنی کی بحث کی چار تقسیمات ہیں

سوال: لفظ اور معنی کی بحث کی چار تقسیمات کی وجہ حصہ بیان بیان کریں

جواب: قرآن میں یا تو معنی کے بارے بحث کی جائے گی یا لفظ کے بارے میں بحث کی جائے گی اگر معنی کے بارے میں بحث کی جائے گی تو وہ تقسیم الرابع ہو گی اور اگر لفظ کے بارے میں بحث کی جائے گی تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو لفظ کے استعمال کے بارے میں بحث کی جائے گی یا لفظ کی دلالت کے بارے میں بحث کی جائے گی اگر لفظ کے استعمال کے بارے میں بحث کی جائے گی تو وہ تقسم الثالث ہو گی اور اگر لفظ کی دلالت کے اعتبار سے بحث کی جائے گی تو وہ پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں ظہور اور خفاء کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا اگر کیا جائے گا تو وہ تقسیم الثانی ہو گی اور اگر نہیں کیا جائے گا تو وہ تقسیم الاول ہو گی

(الأول في وجوه النظم صيغة ولغة)

صیغہ اور لغت کے اعتبار سے لفظ کی اقسام کی پہلی تقسیم

سوال: طرق اور صیغہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: طرق کے معنی ہے "اقسام اور اصناف" اور صیغہ ایک ہیت کو کہتے ہے

سوال: لغت کسے کہتے ہیں؟

جواب: لغت اگرچہ مادہ اور ہیت دونوں کو شامل ہوتا ہے لیکن یہاں پر صرف مقابلے کے لیے مادہ (حروف اصلیہ) مراد ہے

سوال: صیغہ اور لغت مجموعے کے اعتبار سے کس سے کنایہ ہے اور ان سے مصنف کی کیا مراد ہے؟

جواب: صیغہ اور لغت مجموعے کے اعتبار سے "وضع" سے کنایہ ہے گویا کہ مصنف کہہ رہے ہے کہ "وضع کے اعتبار سے لفظ کی اقسام کے بارے میں پہلی

تقسیم "یعنی لفظ کی پہلی تقسیم وضع کی حثیت سے نظم کی اقسام کے بارے میں ہے کہ یاتو اس کو ایک معنی کے لیے وضع کیا جائے گا یا اکثر معنی کے لیے وضع کیا جائے گا اس کے استعمال اور ظہور کی طرف توجہ کیے بغیر

اعتراض: مصنف نے صیغے کو لغت پر کیوں مقدم کیا؟

جواب: عموم خصوص کا زیادہ تعلق صیغہ کے ساتھ ہے نا کہ لغت کے ساتھ اس لیے مصنف نے صیغہ کو مقدم کیا اور لغت کو مؤخر کیا

(وهي أربعة: الخاص والعام والمشترك والمؤول)

اور وہ چار ہیں خاص، عام، مشترک، مؤول

سوال: صیغے اور لغت کے اعتبار سے لفظ کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟

جواب: صیغے اور لغت کے اعتبار سے لفظ کی چار اقسام ہیں اور وہ یہ ہیں

1۔خاص 2۔عام 3۔مشترک 4۔مؤول

سوال:(الخاص والعام والمشترک والمؤول) ان چاروں کی وجہ حصہ بیان کریں

جواب: لفظ یاتو ایک معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو گا یا کثیر معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو گا اگر ایک معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یاتو وہ افراد میں سے ایک فرد پر دلالت کرتا ہو گا یا کثیر پر دلالت کرتا ہو گا اگر ایک فرد پر دلالت کرتا ہو گا تو وہ خاص ہو گا اور اگر افراد کے درمیان مشترک ہو کر دلالت کرتا ہو گا تو وہ عام ہو گا اور اگر لفظ کثیر معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یاتو اس کا ایک معنی تأویل کے ساتھ ترجیح پا جائے گا یا نہیں پائے گا اگر پا جائے گا تو وہ مؤول ہو گا اور اگر ترجیح نہیں پائے گا تو وہ مشترک ہو گا

☆ مؤول حقیقت میں مشترک کی قسم ہے جو صیغہ اور لغت پر دلالت کرتا ہے

سوال: مشترک میں تأویل کرنا کس کی شان ہے؟

جواب: مشترک لفظ میں تأویل کر کے اس کو مؤول کرنا یہ مجتھد کی شان ہے

(والثاني في وجوه البيان بذلك النظم)

دوسری تقسیم اسی لفظ کے بیان کی اقسام کے بارے میں ہے

یعنی دوسری تقسیم لفظ کے معنی کے ظاہر ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے ہے وہ لفظ جس کی تقسیم پہلے خاص و عام میں ہوئی یعنی اس اعتبار سے تقسیم کہ لفظ

سے معنی کیسے ظاہر ہوتا ہے اس کو لاتے ہوئے یا لائے بغیر اور وہ لفظ تأویل کا احتمال رکھتا ہے یا نہیں یا پھر اس کا معنی کیسے پوشیدہ ہوتا ہے۔

(وهي أربعة أيضا: الظاهر والنص والمفسر والمحكم)

اور یہ بھی چار ہیں، ظاہر، نص، مفسر اور محکم

سوال: لفظ کے معنی کے ظاہر ہونے کے اعتبار سے لفظ کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: لفظ کے معنیٰ کے ظاہر ہونے کے اعتبار سے لفظ کی چار اقسام ہیں

1۔ ظاہر 2۔ نص 3۔ مفسر 4۔ محکم

سوال: (الظاهر والنص والمفسر والمحكم) ان چاروں کی وجہ حصہ بیان کریں

جواب: اگر لفظ کا معنی ظاہر ہو گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو تأویل کا احتمال رکھتا ہو گا یا نہیں رکھتا ہو گا، اگر تأویل کا احتمال رکھتا ہو گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کا معنی صرف صیغے سے ظاہر ہو گا یا نہیں اگر صرف صیغہ سے ظاہر ہو گا تو وہ ظاہر ہو گا اور اگر لفظ کا معنی صیغہ کے علاوہ کسی امر کی وجہ سے ظاہر ہو گا تو وہ نص ہو گا اور اگر لفظ تأویل کا احتمال نہیں رکھتا ہو گا تو وہ پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو نسخ کو قبول کرتا ہو گا یا نسخ کو قبول نہیں کرتا ہو گا اگر قبول کرتا ہو گا تو وہ مفسر ہو گا اور اگر نسخ کو قبول نہیں کرتا ہو گا تو وہ محکم ہو گا

سوال: کیا مذکورہ بالا تمام اقسام آپس میں برابر ہے؟

جواب: جی نہیں! ان میں سے بعض دوسری بعض سے اولی ہیں اور ادنی اعلیٰ میں پائی جاتی ہے

سوال: کیا ان اقسام میں کوئی فرق ہے اگر ہے تو کسی اعتبار سے ہے؟

جواب: ان اقسام کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں لیکن اگر ان کی تعریفات کو دیکھا جائے تو فرق ہے یعنی ان میں اعتباری فرق ہے بر خلاف خاص و عام کے کیونکہ ان کا آپس میں مقابلہ پایا جاتا ہے اور ان کا آپس میں ظاہراً بھی فرق ہے۔

(ولهذه الأربعة تقابلها)

ان چار اقسام کے مقابلے میں چار اقسام ہیں

یعنی ان چار ظہور والی اقسام کے مقابلے میں خفاء (پوشیدگی) کے اعتبار سے چار اقسام ہیں اور جس طرح اُن میں بعض بعض سے اعلی تھی اسی طرح ان میں سے بھی بعض بعض سے اعلیٰ ہیں اور ادنی اعلیٰ میں پائی جاتی ہیں۔

(وھی: الخفي والمشكل والمجمل والمتشابه)

اور وہ خفی، مشکل، مجمل اور تشابہ ہے

سوال: لفظ کے معنی کے پوشیدہ ہونے کے اعتبار سے لفظ کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: لفظ کے معنٰی کے پوشیدہ ہونے کے اعتبار سے لفظ کی چار اقسام ہیں

1۔ خفی 2۔ مشکل 3۔ مجمل 4۔ المتشابہ

سوال: (الخفي والمشكل والمجمل والمتشابه) ان چاروں کی وجہ حصہ بیان کریں

جواب: اگر لفظ کا معنی پوشیدہ ہو گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو صیغہ کے علاوہ کسی عارض کی وجہ سے لفظ کا معنی پوشیدہ ہو گا تو وہ خفی ہو گا یا نفس صیغہ کی وجہ سے معنی پوشیدہ ہو گا اگر نفس صیغہ کی وجہ سے معنی پوشیدہ ہو گا تو وہ پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو معنی کا ادراک تأمل کے ذریعے ممکن ہو گا تو وہ مشکل ہو گا اور اگر ممکن نہیں ہو گا تو وہ پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو متکلم کی جانب سے بیان کی امید ہو گی تو وہ مجمل ہو گا اور اگر امید نہیں ہو گی تو وہ المتشابہ ہو گا

☆ اس تقسیم اور چوتھی تقسیم کا تعلق کلام کے ساتھ ہے اور پہلی و تیسری تقسیم کا تعلق کلمے کے ساتھ ہے

(والثالث في وجوه استعمال ذلك النظم)

تیسری تقسیم اسی لفظ کے استعمال کے طریقوں کے بارے میں

یعنی اس کے استعمال کے طریقوں کے بارے میں جو لفظ پہلے گزرا یا تو اس کو معنی موضوع لہ میں استعمال کیا جائے گا یا اس کے علاوہ میں استعمال کیا جائے گا، یا لفظ کو اس کے معنی واضح ہونے کے ساتھ استعمال کیا جائے گا یا پوشیدہ رکھ کر استعمال کیا جائے گا

(وهي أربعة: الحقيقة والمجاز والصريح والكناية)

سوال: لفظ کے استعمال کے طریقوں کے اعتبار سے لفظ کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟

جواب: لفظ کے استعمال کے طریقوں کے اعتبار سے لفظ کی چار اقسام ہیں

1۔ حقیقت 2۔ مجاز 3۔ صریح 4۔ کنایہ

سوال: (الحقيقة والمجاز والصريح والكناية) ان چاروں کی وجہ حصہ بیان کریں

جواب: جب لفظ کو استعمال کیا جائے گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کو معنی موضوع لہ میں استعمال کیا جائے گا یا اس کے غیر میں استعمال کیا جائے گا

اگر معنی موضوع لہ میں استعمال کیا جائے گا تو وہ حقیقت ہو گی اور اگر اس کو معنی موضوع لہ کے غیر میں استعمال کیا جائے گا تو وہ مجاز ہو گا پھر ان میں سے ہر ایک کو یا تو اس کے معنی واضح ہونے کے ساتھ استعمال کیا جائے گا تو وہ صریح ہو گا و گرنہ کنایہ ہو گا

سوال: کیا صریح اور کنایہ، حقیقت ومجاز کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں: صریح اور کنایہ حقیقت و مجاز کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اسی وجہ سے فخر الاسلام نے فرمایا(**والقسم الثالث في وجوه استعمال ذلك النظم وجريانه في باب البيان**)یعنی تیسری قسم اس لفظ کے استعمال ہونے کے طریقوں کے بارے میں اور باب کے بیان میں اس کے جاری ہونے کے بارے میں ہے

انہوں نے حقیقت ومجاز کو استعمال کی طرف لوٹایااور صریح وکنایہ کو جریان کی طرف لوٹایا

☆ صاحب توضیح نے صریح وکنایہ کو حقیقت ومجاز کی قسم شمار کیا ہے

(والرابع في معرفة الوقوف على المراد)

چوتھی تقسیم مراد پر ٹھہرنے کے پہچانے کے بارے میں چوتھی تقسیم لفظ کی مراد پر مجتھد کے ٹھہرنے کو پہنچاننے کے بارے میں ہے اگرچہ ظاہری طور پر یہ مجتھد کی صفت ہے لیکن لفظ کو معنی کی حالت کی طرف پھیرا جائے گا اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ تقسیم معنی کی ہے ناکہ لفظ کی

(وهي أربعة أيضاً: الاستدلال بعبارة النص و بأشارته وبدلالته و باقتضاءه)

مسئلہ کو نکالنے والا یا تو عبارت سے یا نص کے اشارے سے یا نص کی دلالت سے یا اقتضاء النص سے مسئلہ نکالے گا

سوال:(عبارۃ النص و أشارته ودلالته واقتضاءه) ان چاروں کی وجہ حصہ بیان کریں

جواب: مستدل(مسئلے کو نکالنے والا / دلیل پکڑنے والا) یا تو لفظ سے استدلال کرے گا(دلیل پکڑے گا) یا معنی سے استدلال کرے گا اگر لفظ سے استدلال کرے گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس لفظ کو اسی معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو گا وہ "عبارۃ النص" ہو گا اور اگر اس لفظ کو اس معنی کے لیے وضع نہیں کیا گیا ہو گا تو وہ "اشارہ النص" ہو گا اور اگر معنی سے استدلال کرے گا تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ معنی لغت کے اعتبار سے لفظ سے سمجھ آجائے گا تو وہ "دلالت النص" ہو گا اور اگر وہ معنی لغت سے سمجھ نہ آئے تو وہ پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس معنی کا صحیح ہونا(اس کو سمجھنا) شرع اور عقل پر موقوف ہو گا تو وہ "اقتضاء النص" ہو گا اور اگر موقوف نہیں ہو گا تو وہ "استدلال فاسدہ" ہو گا

(وبعد معرفة هذه الأقسام قسم خامس يشمل الكل)

ان تقسیمات کو جاننے کے بعد پانچویں تقسیم جو ان تمام اقسام کو شامل ہے

یعنی تقسیمات اربعہ میں سے بیس(20)اقسام کو حاصل کرنے کے بعد پانچویں تقسیم جو ان بیسوں کو شامل ہے

(وهو أربعة أيضا معرفة مواضعها ومعانيها وترتيبها وأحكامها)

اس تقسیم کی بھی چار اقسام ہیں اقسام کے مواضع کو جاننا، اقسام کے معانی کو جاننا، اقسام کی ترتیب کو جاننا اور اقسام کے احکام کو جاننا

سوال: اقسام کے مواضع جاننے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اقسام کے مواضع جاننے سے مراد ان اقسام کے نکلنے کی جگہ (حروف اصلیہ) کو جاننا جیسا کہ لفظ "خاص" مخصوص سے بنا ہے اور اس سے مراد "انفراد" ہے

سوال: اقسام کے معانی جاننے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اقسام کے معانی جاننے سے مراد ان اقسام کی اصطلاحی تعریفات کو جاننا ہے جیسا کہ خاص کے اصطلاحی معنی: ایسا لفظ جس کو ایک معلوم معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو اور عام کے اصطلاحی معنی: ایسا لفظ جو تمام مسمیات (جن کا ذکر ہوا ہو) کو شامل ہو

سوال: اقسام کی ترتیب کو جاننے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اقسام کی ترتیب جاننے سے مراد اس بات کو پہچاننا کے تعارض کے وقت کس کو مقدم کیا جائے گا مثلاً جب ظاہر و نص میں تعارض ہو جائے تو نص کو ظاہر پر مقدم کیا جائے گا

سوال: اقسام کے احکام جاننے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اقسام کے احکام جاننے سے مراد اس بات کو جاننا ہے کہ کونسی قسم قطعی ہے اور کونسی قسم ظنی ہے اور کس قسم پر توقف واجب ہے جیسا کہ خاص قطعی ہے، عام مخصوص ظنی ہے اور متشابہ پر توقف واجب ہے

توجب ان چار اقسام کو بیس (20) کے ساتھ ضرب دے گے تو یہ اسّی (80) قسمیں بن جائے گی

سوال: کیا یہ پانچویں تقسیم بھی قرآن ہی کی تقسیم ہے؟

جواب: پانچویں تقسیم قرآن کی تقسیم نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کی قسموں کے ناموں کے بارے میں تقسیم ہے لہذا قرآن کی اقسام کو ثابت کرنا انہی اقسام پر موقوف ہے اور ان کے قرآن کی اقسام نہ ہونے کی وجہ سے جمہور علماء نے اس تقسیم کو ذکر نہیں کیا بلکہ یہ فخر الاسلام کی طرف سے اضافہ ہے اور مصنف نے ان کی پیروی کی لیکن فخر الاسلام نے جب اس تقسیم کو کتاب کے شروع میں ذکر کیا تو وہ کتاب کے آخر تک اسی طریقے پر چلے اور انہوں نے ان میں

سے ہر ایک قسم کو اس کے مواضع، معانی، ترتیب اور احکام کے ساتھ ذکر کیا جبکہ مصنف نے صرف معانی اور احکام کا ذکر کیا اور مواضع کا اصلاً ہی ذکر نہیں کیا اور بعض اقسام کی ترتیب کو ذکر کیا

☆جب مصنف تمام تقسیمات کو اجمالاً ذکر کر کے فارغ ہوئے تو پھر اقسام کی تفصیل کے بیان میں شروع ہو گئے اور فرمایا:

(اما الخاص فکل لفظ وضع المعنی معلوم علی الانفراد)

خاص ہر وہ لفظ جس کو معلوم معنی کے لیے علیحدہ سے وضع کیا گیا ہو

سوال: خاص کی تعریف مع مثال بیان کریں

جواب: "کل لفظ وضع المعنی معلوم علی الانفراد" "ہر وہ لفظ جسے معلوم معنی کے لئے علیحدہ سے وضع کیا گیا ہو" اسے خاص کہتے ہیں

سوال: خاص کی تعریف کے فوائد و قیودات بیان کریں

فوائد قیودات:

1۔(کل لفظ) بمنزلہ جنس:

جب (کل لفظ) کہا تو تمام موضوع اور مہمل الفاظ شامل ہو گئے

2۔(وضع لمعنی) فصل اول:

جب (وضع لمعنی) کہا تو مہمل الفاظ نکل گئے

3۔(معلوم) فصل ثانی:

جب (معلوم) کہا تو اگر تو اس لفظ کے معنی کی مراد معلوم ہو تو مشترک نکل جائے گا

کیونکہ مشترک میں مراد معلوم نہیں ہوتی اور اگر لفظ کا معنی معلوم البیان ہو تو اس سے مشترک نہیں نکلے گا

4۔(علی الانفراد) فصل ثالث:

جب (علی الانفراد) کہا تو عام نکل گیا

اعتراض: مصنف نے پہلے لفظ کی جگہ نظم کو ذکر کیا اب پھر اس عبارت میں لفظ ذکر کیا اب جب ایک دفعہ لفظ کی جگہ نظم لے آئے تو پھر وہی رہنے دیتے ایسا کیوں کیا؟

جواب: یہاں پر مصنف نے لفظ کو اس کے اصل پر جاری کیا تاکہ نظم کو ذکر کیا اور دوسرا یہ اقسام کتاب کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ تمام اقسام کلام

عرب پر جاری ہوتی ہیں اسی لیے یہاں "لفظ" ذکر کیا اور پہلے کی عبارتوں میں مصنف نے لفظ کی جگہ نظم کو ادب کی وجہ سے ذکر کیا کیونکہ نظم کے معنی "موتیوں کو لڑی میں جمع کرنا ہے" اور لفظ کا لغوی معنی "پھینکنا"

اعتراض: مصنف نے خاص کی تعریف میں لفظ (کل) کیوں ذکر کیا کیونکہ اصطلاح منطق میں تو لفظ کل کو چھوڑ دیا گیا ہے؟

جواب: مصنف نے خاص کی تعریف میں لفظ (کل) کو ذکر کیا اگرچہ اصطلاح منطق کی تعریفات میں اس لفظ (کل) کو چھوڑ دیا گیا ہے لیکن یہاں پر اس سے اطراد (غیر کے داخل ہونے کو منع کرنا اور تعریف کے قابل تمام افراد کو جمع کرنا) اور ضبط کو بیان کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے اور اطراد و ضبط یہ دونوں لفظ (کل) سے حاصل ہوتے ہیں۔

(وهو إما أن يكون خصوص الجنس أو خصوص النوع أو خصوص العين)

خاص یا تو خصوص الجنس ہو گا یا خصوص النوع ہو گا یا خصوص العین ہو گا

سوال: خاص کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟

جواب: خاص کی تین اقسام ہیں

1۔ خاص الجنس 2۔ خاص النوع 3۔ خاص العین

سوال: جنس کا خاص ہونا کس اعتبار سے ہے؟

جواب: جنس کا خاص ہونا معنی کے اعتبار سے ہے اگرچہ وہ معنی متعدد چیزوں پر صادق آتا ہو

☆ خصوص نوع بھی اسی طرح ہے

سوال: خصوص العین سے کیا مراد ہے؟

جواب: خصوص العین سے مراد کسی شخص کو معیّن کرنا ہے اور یہ خاص میں سے بھی خاص ہے

سوال: فقہاء جنس سے کیا مراد لیتے ہیں؟

جواب: فقہاء کے نزدیک جنس وہ کلی جو ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی اغراض مختلف ہو نا کہ حقائق مختلف ہو جیسا کہ منطقیوں کی رائے ہیں

سوال: فقہا نوع سے کیا مراد لیتے ہیں؟

جواب: فقہاء کے نزدیک نوع وہ کلی جو ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی اغراض متفق ہو نا کہ حقائق متفق ہو جیسا کہ منطقیوں کی رائے ہیں

سوال: فقہاء کس بارے میں بحث کرتے ہیں؟

جواب: فقہاء اغراض کے بارے میں بحث کرہے نا کہ حقائق کے بارے میں

☆ جو قسم منطقیوں کے نزدیک نوع ہے وہ قسم فقہاء کے نزدیک جنس ہے جیسا کہ مذکورہ مثالوں سے واضح ہے کہ ہمارا کہنا (انسان، رجل اور زید)

☆ انسان خاص الجنس کی مثال ہے اور یہ ایسے افراد پر بولا جاتا ہے جن کی اغراض مختلف ہو اور اس کے تحت مرد و عورت آتے ہیں

☆ مرد کی تخلیق کی غرض یہ ہے کہ یہی نبی ہوتے ہیں، یہی امام بنتے ہیں، یہی حدود اور قیاس میں گواہ بنتے ہیں اور جمعہ اور عیدین کے لیے مقیم بنتے ہیں وغیرہ وغیرہاور عورت کی تخلیق کی غرض یہ ہے کہ وہ بچہ پیدا کرنے کے لیے مستفرشہ بنتی ہے اور گھر کی حاجتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے

☆ رجل خاص النوع کی مثال ہے اور یہ ایسے افراد پر بولی نے جاتی ہے جن کی اغراض متفق ہو جیسا کہ مردوں کے تمام افراد غرض میں برابر ہے

☆ زید خاص العین کی مثال ہے، یہ شخص معین ہے اور شرکت کا احتمال نہیں رکھتا لیکن اگر یہ متعدد لوگوں کا نام ہو تو پھر وہ تمام کو شامل ہو گا

جب مصنف خاص کی تعریف اور اس کی اقسام سے فارغ ہوئے تو پھر اس کے حکم میں شروع ہوئے

(وحكمه أن يتناول المخصوص قطعا)

خاص کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے

یعنی خاص کا اثر اس کے مخصوص پر مرتب ہوتا ہے، خاص اپنے مخصوص پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے اور یہ اس حیثیت سے اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے کہ غیر کا احتمال ختم ہو جاتی ہے مثلاً: (زید عالم) اس میں زید خاص ہے اور عالم بھی خاص ہے

(ولا يحتمل البيان لكونه بينا)

خاص بیان کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ یہ خود ہی واضح ہوتا ہے

یہ دوسرا حکم ہے جو پہلے حکم کی تقویت کے لیے لایا گیا ہے گویا کہ یہ دونوں ایک ہی ہے لیکن پہلا حکم مذہب کو بیان کرنے کے لیے لایا گیا اور دوسرا حکم خصم (مدمقابل) کے قول کی نفی کے لیے لایا گیا ہے

سوال: خاص کے دونوں حکم بیان کریں

جواب: خاص کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل ہو اور یہ بیان کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ یہ خود واضح ہوتا ہے

سوال: خاص کس کس بیان کا احتمال نہیں رکھتا اور کس کا رکھتا ہے؟

جواب: خاص بیان تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ خود واضح ہے اور اس صورت میں خاص مجمل کی طرح ہے اس حیثیت سے کہ مجمل کی طرف اور اس کی تفسیر کی طرف محتاجی ہوتی ہے

☆ خاص بیان تقریر اور تغییر کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ یہ قطعیت کے منافی نہیں

بیان تقریر بغیر دلیل والے احتمال کو زائل کر دیتا ہے پس خاص محکم ہو گا جیسا کہ کہا جاتا ہے (جاءنی زید زید)

☆ خاص بیان تغییر کا بھی احتمال رکھتا ہے کیونکہ یا تو بیان تغییر کا سارا کلام قطعی ہوتا ہے یا ظنی ہوتا ہے

مثلاً: (انت طالق ان دخلت الدار) اسی طرح خاص بیان تبدیل کا بھی احتمال رکھتا ہے

(فلا یجوز إلحاق التعدیل بأمر الرکوع والسجود علی سبیل الفرض)

رکوع اور سجود کے حکم کے ساتھ تعدیل ارکان کو فرض شمار کرنا جائز نہیں ہے

☆ یہاں سے مصنف ان تفریعات میں شروع ہوئے جن میں احناف اور شوافع کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے

سوال: تعدیل کسے کہتے ہے؟

جواب: تعدیل سے مراد وہ سکون جو رکوع و سجود میں، رکوع کے بعد قومہ میں اور دو سجدوں کے درمیان جلسے میں کیا جاتا ہے

سوال: تعدیل ارکان نماز کے فرائض میں سے ہے یا نہیں؟ اختلاف بیان کریں

جواب: اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہیں

اللہ پاک نے قرآن پاک رکوع و سجود کا کم دیتے ہوئے فرمایا: (ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا)

1۔ امام شافعی اور امام ابو یوسف کا قول: آپ دونوں فرماتے ہیں کہ رکوع و سجود میں تعدیل ارکان فرض ہے

امام شافعی اور امام ابو یوسف کی دلیل:

آپ کی دلیل اعرابی والی حدیث ہے کہ اس نے نماز کو تعدیل ارکان کے ساتھ ادا نہ کیا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: کہ نماز کو دوبارہ ادا کرو تم نے نماز ادا نہیں کی اور ایسا حضور ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمایا

2۔ احناف کا قول: احناف نے فرمایا کہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: (ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا)

یہ دونوں خاص ہے اور خاص کو معلوم معنی کے لیے وضع کیا جاتا ہے

رکوع کے معنی "قیام سے جھکنا" ہے اور سجود کے معنی ہے "پیشانی کو زمین پر رکھنا" ہے اور چونکہ خاص بیان کا بھی احتمال نہیں رکھتالہٰذا حدیث کو بیان کے طور پر کتاب (نص مطلق) کے ساتھ ملانا قرآن میں تبدیلی کرنا ہو گا اور قرآن میں خبر واحد کے ذریعے تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے درجے کا لحاظ کیا جائے اس طرح کے جو چیز کتاب اللہ سے ثابت ہے اسے فرض قرار دیا جائے کیونکہ وہ قطعی ہے اور جو چیز سنت سے ثابت ہے واجب قرار دیا جائے کیونکہ وہ ظنی ہے۔

(وبطل شرط الولاء والترتيب والتسمية والنية في آية الوضوء)

وضو کی آیت میں ولا کو، ترتیب کو، تسمیہ کو اور نیت کو شرط قرار دینا باطل ہے

☆ یہ خاص کے حکم پر دوسری تفریع ہے اور اس کا عطف مصنف کے قول (فلا یجوز) پر ہے

سوال: آیت وضو کونسی ہے بیان کریں

جواب: آیت وضو یہ ہے فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ

سوال: (وبطل شرط الولاء والترتيب والتسمية والنية في آية الوضوء) مذکورہ عبارت کی وضاحت اور اختلاف بیان کریں

جواب: اس عبارت میں وضو کے فرائض کے بارے میں اختلاف بیان کیا گیا ہے

وضو کے فرائض کے بارے میں آئمہ کا اختلاف ہیں

امام مالک کا قول:

آپ کے نزدیک آیت وضو میں بیان کردہ چار فرائض کے ساتھ ساتھ ولاء (پے درپے) بھی شرط ہے

امام مالک کی دلیل:

آپ دلیل کے طور پر یہ روایت بیان کرتے ہے کہ "ان الولاء فرض في الوضوء" یعنی وضو میں ولاء فرض ہے

انہوں نے اس کو حضور ﷺ کی ہمشگی کی وجہ سے فرض قرار دیا ہے

اصحاب ظواہر کا قول:

آپ کے نزدیک آیت وضو میں بیان کردہ چار فرائض کے ساتھ ساتھ وضو میں بسم اللہ پڑھنا بھی شرط ہے

اصحاب ظواہر کی دلیل:

آپ کی دلیل حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "لا وضوء لمن لم یسم"
جس وضو پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ وضو نہیں ہے

امام شافعی کا قول: آپ کے نزدیک اوپر بیان کردہ چار فرائض کے ساتھ ساتھ ترتیب اور نیت بھی فرض ہے

امام شافعی کے دلائل:

آپ کے دلائل دو احادیث مبارکہ ہیں ترتیب کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **"لا یقبل الله صلاہ امرئ حتی یضع الظهور في مواضعه فیغسل وجهه ثم یدیه"** اللہ پاک نماز کو قبول نہیں کرتا یہاں تک کے طہارت کو اس کی جگہ رکھے اور منہ دھوئیں پھر ہاتھ دھوئیں اور نیت کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہے حضور ﷺ نے فرمایا: **"انما الاعمال بالنیات"** اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور وضو بھی ایک عمل ہے لہذا یہ بھی نیت کے بغیر صحیح نہیں

احناف کا قول:

اللہ پاک نے ہمیں وضو میں غسل اور مسح کا حکم دیا ہے اور یہ دونوں خاص ہے ان دونوں کو معلوم معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے اور وہ (الإسالة اور الإصابة) ہیں الاسالہ کے معنی "بہانا" اور الإصابة کے معنی "تری پہنچانا" ہے اور ان اشیاء (ولا، ترتیب، نیت، تسمیہ) کو شرط قرار دینا خاص کے لیے بیان نہیں ہو گا اور اگر ان احادیث کو قرآن کے ساتھ ملائے گے تو یہ قرآن میں تبدیلی کرنا ہو گا اور خبر واحد کے ذریعے قرآن میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے
حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب اور سنت میں سے ہر ایک کو اس کے درجے میں رکھا جائے لہذا جو چیز قرآن سے ثابت ہو گی وہ فرض ہو گا اور جو چیزیں سنت سے ثابت ہیں مناسب تو یہی ہے کہ ان کو واجب قرار دیا جائے جیسا کہ نماز میں کیا لیکن بالاجماع وضو میں واجبات نہیں کیونکہ واجب عمل میں فرض کی طرح ہے اور واجب عبادت مقصودہ کے لائق ہو تا ہے اور وضو تنہا عبادت مقصودہ نہیں ہے لہذا ہم ان چیزوں کو واجب کی بجائے سنت کے درجے میں کر دے گے

سوال: ولا سے کیا مراد ہے؟

جواب: ولاء سے مراد وضو میں اپنے اعضا کو اس طرح مسلسل دھونا ہے کے پہلا عضو خشک نہ ہو

(والطهارة في آية الطواف)

طواف کی آیت میں طہارت کی شرط باطل ہے

اس عبادت کا عطف (الولاء) پر ہے اور یہ خاص کے حکم کی تیسری تفریع ہے

سوال: آیت طواف کونسی ہے؟

جواب: آیت طواف یہ ہے "وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ"

سوال: "والطهارة في آية الطواف" مذکورہ عبارت کی وضاحت اور اختلاف بیان کریں

جواب: مذکورہ عبارت میں طواف کے لیے وضو کے فرض ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلاف بیان کیا گیا ہے

اس مسئلے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے

امام شافعی کا قول: آپ کے نزدیک بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے وضو فرض ہے

امام شافعی کی دلیل: آپ دلیل کے طور پر دو احادیث مبارکہ بیان فرماتے ہے

1۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "الطواف بالبيت صلاة" بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے

2۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "ألا! لا يطوفنّ بالبيت محدث ولا عريان"

ہر گز بے وضو اور ننگا شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے

احناف کا قول:

آپ فرماتے ہیں کہ لفظ "طواف" خاص ہے اور اس کا معنی معلوم ہے یعنی کعبہ کے گرد چکر لگانا لہذا اس میں طہارت کی شرط لگانا اس کی وضاحت نہیں بنے گا کیونکہ یہ خود واضح ہے اور اگر طہارت کو اس کی شرط بنائے تو یہ تو قرآن میں تبدیلی کرنا ہو گا اور خبر واحد کے ذریعے قرآن میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ طہارت واجب ہو گی

سوال: طواف زیارت کو ترک کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ طواف زیارت کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: طواف زیارت کو ترک کرنے کے سبب جو کمی ہو گی وہ دم سے پوری ہو گی اور طواف زیارت کے علاوہ میں صدقے سے پوری ہو گی

☆ طواف زیارت کی زیادتی حدیث مشہورہ سے ثابت ہے اور حدیث مشہور کے ذریعے قرآن میں تبدیلی کرنا بالاتفاق جائز ہے

سوال: طواف زیارت سے کیا مراد ہے؟

جواب: طواف زیارت سے مراد بیت اللہ کے سات چکر لگانا اور ان کی ابتداء حجر اسود سے کرنا

(والتأويل بالأطهار في آية التربص)

آیت تربص میں طہارت کی تاویل کرنا باطل ہے

☆اس عبارت کا عطف مصنف کے قول (شرط الولاء) پر ہے اور یہ خاص کے حکم پر چوتھی تفریع ہے

سوال: آیت تربص کونسی ہے؟

جواب: آیت تربص یہ ہے "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ"

اللہ پاک کے اس فرمان میں لفظ (قروء) طھر اور حیض دونوں معنی میں مشترک ہے

سوال: آیت تربص میں (قروء) سے کونسا معنی مراد لیا جائے گا؟ اختلاف آئمہ مع دلائل بیان کریں

جواب: اس مسئلے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے

امام شافعی کا قول: آپ کے نزدیک (قروء) سے طھر مراد لیا جائے گا۔

امام شافعی کی دلیل:

آپ فرماتے ہے کہ اللہ پاک کے فرمان (فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) میں لام وقت کے لیے ہے یعنی ان کو ان کی عدتوں کے وقت پر طلاق دو اور وہ طھر ہے اور طلاق بالاجماع طھر میں دی جائے گی اور طلاق چونکہ طھر میں دی جائے گی لہذا عدت میں بھی طھر کا اعتبار کیا جائے گا۔

امام اعظم کا قول: آپ کے نزدیک (قروء) سے حیض مراد لیا جائے گا

امام اعظم کی دلیل:

آپ فرماتے ہے اللہ پاک کا فرمان (ثَلٰثَةَ) خاص ہے یہ کمی وزیادتی کا احتمال نہیں رکھتا اور طلاق طھر میں ہی شروع ہو گی لیکن جب عورت کو طھر میں طلاق دی جائے گی تو وہ طھر دو حال سے خالی نہیں ہو گا یا تو وہ طھر عدت میں شمار ہو گا یا نہیں اگر ہو گا جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے تو پھر دو طھر مکمل ہوگے اور تیسرا بعض ہو گا کیونکہ اس کا بعض حصہ گزر گیا ہو گا اور اگر وہ طھر عدت میں شمار نہ ہو آگے والے تین مراد ہو تو یہ زیادی ہو گی یعنی تین طھر مکمل ہوگے اور چوتھے کا بعض حصہ بھی شامل ہو گا۔

امام شافعی کی ہر صورت میں خاص (ثلاثہ) کا موجوب باطل ہو گا لیکن اگر قروء سے حیض مراد لے اور طھر میں طلاق ہوئی ہو تو محذورین (کمی وزیادتی) میں سے کوئی چیز لازم نہیں ہو گی بلکہ کمی وزیادتی کے بغیر تین حیض مکمل ہوگے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ قروء سے طھر مراد لینا امام شافعی پر الزام ہے ممکن ہے کہ وہ ثلاثہ کو ملاحظہ کیے بغیر لفظ قروء سے دلیل پکڑتے ہو

سوال: کیا جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر کیا جاتا ہے؟

جواب: جی نہیں! بعض علماء فرماتے ہے یہ بات فاسد ہے کہ جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر کیا جاتا ہے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ جمع بول کر تین سے کم افراد مراد لیے جائے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ برخلاف اسمائے اعداد کے یہ اپنے مدلول پر دلالت کرنے میں نص ہے

سوال: " ومحلليه الزوج الثاني بحديث العسيلة لا بقوله: حَتّٰى تَنْكِحَ زوجا غيره" یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض مع جواب بیان فرمائیں

جواب: مذکورہ عبارت کو سمجھنے سے پہلے ایک تمہید ملاحظہ فرمائیں مثلاً کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور بیوی نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، پھر دوسرے شوہر نے بھی اس کو طلاق دے دی اور اس عورت نے دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کر لیا تو پہلا شوہر بالاتفاق دوسری بار تین طلاقوں کا مالک بنے گا اور اگر پہلے شوہر نے ایک یا دو طلاقیں دی تھیں تو دوسرے شوہر کے بعد پہلا شوہر مابقی ایک یا دو طلاقوں کا مالک ہوگا یا گذشتہ صورت کی طرح نئے سرے سے تین طلاقوں کا مالک ہوگا؟ اس میں آئمہ کا اختلاف ہے۔

امام شافعی و امام محمد کے مذہب:

پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو کا مالک ہوگا اور پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو اب ایک طلاق کا مالک ہوگا

امام اعظم و امام ابو یوسف کا مذہب:

پہلا شوہر نئے سرے سے تین طلاقوں کا حق دار ہوگا اور دوسرے شوہر سے پہلے جو ایک یا دو طلاقیں دی تھیں وہ ختم ہو جائیں گی شیخین کے اس موقف پر ایک اعتراض ہوتا ہے وہ اعتراض مع جواب ملاحظہ ہو

اعتراض: امام اعظم و امام ابو یوسف نے مذکورہ مسئلہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فرمان: فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ سے مستنبط کیا ہے حالانکہ آیت میں موجود کلمہ "حتی" لفظ خاص ہے جس کو معنی معلوم یعنی غایت و نہایت کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دوسرا شوہر اُس حرمت غلیظہ کے لیے غایت بنے گا جو تین طلاقوں سے ثابت ہو، لہذا دوسرے شوہر کے بعد وہ حرمت باقی نہ رہے گی لیکن مذکورہ آیت سے یہ بات بالکل بھی ثابت نہیں ہوتی کہ دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد پہلے شوہر کے لیے نئی حل ثابت ہو جائے گی لہذا جب دوسرا شوہر مغیہ یعنی تین طلاقوں میں حل جدید ثابت نہیں کر رہا تو غیر مغیہ یعنی تین سے کم میں تو بدرجہ اولی دوسرا شوہر پہلے شوہر کے لیے حل جدید ثابت نہ کرے گا لہذا شیخین کا اس آیت سے مذکورہ مسئلہ ثابت کرنا درست نہ ہوگا۔

جواب: دوسرے شوہر کا پہلے شوہر کے لیے حل جدید ثابت کرنا اللہ کے فرمان سے نہیں حدیث عسیلہ سے مستنبط ہے

حدیث عسیلہ:

حضرت رفاعہ کی عورت حضور ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ: رفاعہ نے مجھے تین طلاقیں دی ہے اور میں نے عبد الرحمن بن زبیر سے نکاح کیا ہے تو میں نے ان کو صرف اپنے کپڑے کی میل پایا ہے یعنی وہ ہمبستری کے قابل نہیں ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم ارادہ کرتی ہو کہ رفاعہ کی طرف لوٹو؟ توانہوں نے عرض کی: جی ہاں حضور ﷺ نے فرمایا: تم رفاعہ کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتی یہاں تک کہ تم اس کا شہد چکھ لو اور وہ تمہارا شہد چھک لے"

یہ حدیث اس بات میں توعبارۃ النص ہے کہ حلالہ کے ثابت ہونے کے لیے دوسرے شوہر کا وطی کرنا ضروری ہے، اور اس بات میں اشارۃ النص ہے کہ دوسرا شوہر پہلے شوہر کے لیے حل جدید ثابت کرتا ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے یہ ارشاد نہ فرمایا: أتریدین ان تنتھی حرمتک بلکہ یہ فرمایا: أتریدین ان تعودي الی رفاعۃ؟ اور لوٹنے کا معنی ہے پہلی حالت کی طرف لوٹنا جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ پہلی صورت میں پہلے شوہر کو تین طلاقوں کا حق حاصل تھالہذا اب بھی تین طلاقوں کا حق حاصل ہوگا اور حل جدید ثابت ہوگا مذکورہ نص سے جب اُس صورت میں بھی حل جدید ثابت ہو رہا ہے کہ جب حل بالکل معدوم تھا یعنی تین طلاقیں ہو چکی تھیں تو اس صورت میں حل جدید بدرجہ اولی ثابت ہوگا کہ جب حل معدوم نہیں بلکہ ناقص ہے

سوال:" وبطلان العصمۃ من المسروق بقولہ: جَزَاء ، لا بقولہ: فَاقْطَعُوا" مذکورہ عبارت کی مکمل وضاحت بیان کریں

جواب: مذکورہ عبارت میں بھی ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، اعتراض مع جواب سے پہلے ایک تمہید ملاحظہ ہو:

چور نے کوئی چیز چرائی تو اس کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور مال مسروق اگر اس کے پاس ہو تو بالاتفاق مال مالک کے حوالے کیا جائے گا اور اگر چور نے مال کو ہلاک کر دیا ہو تو بالاتفاق اس کا تاوان چور پر لازم ہوگا اور اگر مال کسی آفت سماوی سے ہلاک ہو جائے تو اب چور پر تاوان کے لازم ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے

امام شافعی کا مذہب: آپ کے نزدیک تاوان لازم ہوگا

احناف کا مذہب: آپ کے نزدیک تاوان لازم نہ ہوگا

احناف کی دلیل:

جب چور چوری کا ارادہ کرتا ہے تو چوری سے تھوڑی دیر پہلے مالک کے ہاتھ سے مال مسروق کی عصمت باطل ہو جاتی ہے اور مال کی عصمت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور مالک کے حق میں وہ مال غیر متقوم ہو جاتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تاوان لینے سے پاک ہے، لہذا اس پر تاوان لازم نہ ہوگا

شوافع کی طرف سے اعتراض: احناف عصمت کا باطل ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان فَاقْطَعُوا سے ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس آیت میں قطع لفظ خاص ہے اس کو معنی معلوم یعنی "گھٹ کو ہاتھ سے جدا کرنے" کے لیے وضع کیا گیا اور اس آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ مال کی عصمت مالک سے باطل ہو کر اللہ پاک کی طرف منتقل ہو جاتی ہے لہذا اس آیت سے عصمت کا بطلان ثابت کرنا کتاب اللہ کے خاص پر زیادتی کرنا ہے اور یہ باطل ہے

پہلا جواب: مال مسروقہ سے عصمت کا بطلان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان فَاقْطَعُوا سے نہیں بلکہ جزاء سے ثابت ہے، کیونکہ لفظ جزاء عقوبات میں مطلقاً واقع ہو تو اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کے طور پر ثابت ہو اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق تبھی بنے گا کہ جب جنایت اس کی عصمت اور حفاظت میں واقع ہو لہذا شریعت نے اس کے لیے جزاء کامل (ہاتھ کاٹنا) مشروع فرمائی اس لیے تاوان کی حاجت نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اگر مال موجود ہو تو مالک کو واپس دیا جائے گا۔

دوسرا جواب: جزی کفی کے معنی میں آتا ہے لہذا یہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ ہاتھ کاٹنا اس جنایت کے لیے کافی ہے کسی دوسری جزا کی حاجت نہیں ہے لہذا تاوان واجب نہ ہو گا

خاص کے حکم پر پانچویں مثال:

(قوله: ولذالك صح ايقاع الطلاق بعد الخلع)

اس وجہ سے کہ خاص کا مدلول قطعی ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے خلع کے بعد طلاق واقع کرنا صحیح ہو گا

مذکورہ عبارت میں خاص کے حکم پر پانچویں مثال بیان کی گئی ہے، اس مثال کو سمجھنے کے لیے ایک تمہید ملاحظہ کریں

تمہید: خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق اس میں آئمہ کا اختلاف ہے، خلع کے فسخ نکاح ہونے کی صورت میں خلع کے بعد طلاق دینے سے واقع نہ ہو گی اور اس کے طلاق ہونے کے صورت میں اس کے بعد طلاق دینے سے واقع ہو جائے گی اختلاف آئمہ ملاحظہ کریں

امام شافعی کا مذہب:

آپ کے نزدیک خلع فسخ نکاح ہے لہذا خلع کے بعد نکاح باقی نہ رہے گا اور نکاح باقی نہیں تو طلاق بھی واقع نہ ہو گی

احناف کا مذہب: آپ کے نزدیک خلع طلاق ہے لہذا خلع کے بعد طلاق واقع ہو سکتی ہے

شوافع کی دلیل:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان "فَإِنْ طَلَّقَهَا" کا تعلق "الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ" سے ہے اور یہ تیسری طلاق کا بیان ہے جبکہ ان کے درمیان خلع کا ذکر جملہ معترضہ کے طور پر ہے کیونکہ خلع فسخ نکاح ہے اس کے بعد طلاق واقع نہیں ہو سکتی

احناف کی دلیل:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اولاً ارشاد فرمایا: الطَّلاقُ مَرَّتَانِ اس کے بعد مسئلہ خلع کا ذکر ہوا اور ارشاد فرمایا: فَإِنْ خِفْتُمْ الَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خلع میں عورت کا کام فدیہ دینا ہے اور شوہر کا کام طلاق دینا ہے نہ کہ نکاح کو فسخ کرنا کیونکہ فسخ طرفین سے متحقق ہوتا ہے صرف شوہر کی طرف سے یہ متحقق نہ ہوگا

خلع کے حکم کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ شوہر نے اگر تیسری طلاق دے دی تو تیسری طلاق کے بعد شوہر کے لیے بیوی حلال نہ رہے گی حتی کہ دوسرا شوہر نکاح کر کے وطی کرے اور طلاق دے دے

شوافع کا رد: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان: "فَإِنْ طَلَّقَهَا" میں لفظ "فاء" خاص ہے اس کو معنی معلوم یعنی تعقیب کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس طلاق کو خلع کے بعد ذکر کیا گیا ہے لہذا لازم ہے کہ طلاق خلع کے بعد واقع ہو اور یہ بھی ہوگا کہ خلع بھی طلاق ہو

اعتراض: اس طرح تو چار طلاقیں ہو جائیں گی، دو طلاقیں الطَّلاقُ مَرَّتَانِ سے تیسری طلاق خلع سے اور چوتھی طلاق فَإِن طَلَّقَهَا سے واقع ہوگی

جواب: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ خلع مستقل طلاق نہیں ہے بلکہ یہ الطلاق مرتان سے ثابت دو طلاقوں کے تحت داخل ہے گویا کہ یوں فرمایا: الطلاق مرتان سواء كانتا رجعتين او كانت في ضمن الخلع

اعتراض: قوله: وعلى هذا التقرير اندفع ما قيل ان يكون الطلاق الذي بعد الخلع الخ. آپ کے مذکورہ کلام سے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ عدم حل صرف اس تیسری طلاق سے لازم آئے جو خلع کے بعد ہو اور جو تیسری طلاق خلع کے بعد نہ ہو اس سے عدم حل ثابت نہ ہو، کیونکہ فَإِنْ طَلَّقَهَا میں لفظ فا تعقیب مع الوصل کے لیے ہے اور اس کا ذکر ضلع کے بعد ہوا ہے؟ اسی طرح یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ خلع دو طلاقوں کے بعد ہی محقق ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان فَاِنْ خفتم میں بھی فاء تعقیب مع الوصل کے لیے ہے

جواب: ہم نے ما قبل اعتراض کے جواب میں بتادیا کہ خلع مستقل طلاق نہیں ہے بلکہ دو طلاقوں کے ضمن میں ہے لہذا یہ بات عام ہے کہ تیسری طلاق اور خلع دو مستقل طلاقوں کے بعد ہو یا خلع کی غیر مستقل طلاقوں کے بعد ہو اسی طرح مذکورہ اعتراض میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے اور مفہوم مخالف ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے

فائدہ: یادرہے کہ مذکورہ تفصیل اس وقت ہوگی کہ جب "تشریح باحسن" سے ترک مراجعت کی طرف اشارہ ہو اور اگر اس سے تیسری طلاق کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ روایت میں آیا ہے: ھو الطلاق الثالث اس صورت میں فَإِنْ طَلَّقَهَا کا ارشاد "تسريح باحسان" کا بیان ہوگا اور اس کا مسئلہ خلع سے تعلق نہ ہوگا

سوال: قوله: ووجب مهر المثل بنفس العقد في المفوضة مذکورہ عبارت کی غرض بیان کریں

جواب: مذکورہ مسئلہ میں خاص کے حکم پر چھٹی مثال بیان کی گئی ہے، اولا ایک فائدہ اور تمہید ملاحظہ کریں

خاص کے حکم پر چھٹی مثال:

فائدہ: مفوضہ کو اسم فاعل کے طور پر بھی پڑھ سکتے ہیں

اس صورت میں معنی ہوگا وہ عورت جس نے اپنے آپ کو بلا مہر سپرد کر دیا ہو اور اس کو اسم مفعول کے طور پر بھی پڑھ سکتے ہیں اس صورت میں معنی ہوگا جس کو اس کے ولی نے بلا مہر سپرد کر دیا ہو دوسری صورت اصح ہے کیونکہ پہلی صورت محل اختلاف رہے گی کہ امام شافعی کے نزدیک عورت خود اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی

تمہید:

کسی عورت کا اس کے ولی نے بغیر مہر کے نکاح کر دیا تو مہر کے وجوب کے بارے میں اختلاف ہے

امام شافعی کا مذہب:

مہر وطی کرنے ہی سے لازم ہوگا اگر وطی کرنے سے پہلے ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا تو مہر لازم نہ ہوگا

احناف کا مذہب:

عقد کے وقت ہی کامل مہرِ مثل شوہر کے ذمہ لازم ہو جائے گا اور اس کی ادائیگی وطی یا موت کے وقت لازم ہوگی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان " اَنْ تَبْتَغُوا بأموالکم " پر عمل کرتے ہوئے

احناف کی دلیل:

1۔ مذکورہ آیت میں بِاَمْوَالِکُمْ کی "باء" لفظ خاص ہے اور اس کو معنی معلوم یعنی "الصاق" کے لیے وضع کیا گیا ہے لہذا خاص اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل ہوگا

2۔ مذکورہ آیت میں اَنْ تَبْتَغُوا بھی لفظ خاص ہے اور اس کو معنی معلوم یعنی الطلب کے لیے وضع کیا گیا ہے دونوں صورتوں میں خاص کا تقاضا یہ ہے کہ ملک بضعہ کو لینا مہر کے ساتھ ملا ہو ہو خواہ مہر کا ذکر ہو یا نہ ہو، لہذا اگر مہر کا ذکر نہ ہو تو کم از کم یہ بات ضروری ہے کہ مہر وجوب سے ملحق ہو

اعتراض: آیت سے سمجھا جانے والا معنی یہ ہے کہ عورت کو چاہنا مال سے ملا ہو حالانکہ اگر نکاح فاسد سے ملنا ہو تو اس کا مال سے ملا ہوا ہونا ضروری نہیں بلکہ

اس بات پر اجماع ہے کہ نکاح فاسد میں مہر وطی تک مؤخر رہے گا

جواب: ملنے سے مراد صحیح طور پر ملنا ہے جبکہ نکاح فاسد میں ملنا فاسد ہے لہذا اعتراض لازم نہیں آئے گا اسی طرح اگر ملنا نکاح کے طور پر نہیں بلکہ اجارے، متعہ یا زنا کے طور پر ہو تب تو اصلا مال ہی لازم نہ ہو گا

سوال: وکان المهر مقدرا شرعا غیر مضاف الی العبد الخ مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں

جواب: **قوله وكان المهر مقدرا شرعا غير مضاف الى العبد** الخ مذکورہ عبارت میں خاص کے حکم پر ساتویں مثال بیان کی گئی ہے تفصیل ملاحظہ کریں:

مہر کی مقدار میں آئمہ کا اختلاف ہے

امام شافعی کا مذہب:

مہر کی مقدار بندوں کی رائے اور اختیار کے سپرد ہے لہذا ہر وہ شے کہ جو ثمن بننے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ مہر بننے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے

احناف کا مذہب:

مہر کی اکثر مقدار اگرچہ شریعت میں مقرر نہیں لیکن اس کی کم از کم مقدار شرعاً مقرر ہے اور وہ دس درہم ہے

احناف کی دلیل:

پہلی دلیل: اللہ پاک کا فرمان ہے: **قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ**

(1) مذکورہ آیت میں "**فَرَضْنَا**" لفظ خاص ہے

(2) متکلم کی ضمیر لفظ خاص ہے

(3) اسناد خاص ہے

لہذا معلوم ہوا کہ مہر اللہ پاک کے علم میں مقرر ہے اور اس مقررہ مقدار کو حدیث نے بیان فرمایا: "**لا مهر لاقل من عشرة دراهم**"

دس دراہم سے کم مہر نہیں ہے دوسری دلیل:

چوری میں ہاتھ دس درہم کی چوری پر کاٹا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ شریعت میں عضو کی قیمت دس درھم ہے لہذا ملک بضع کے لیے بھی کم از کم دس درہم لازم ہوں گے

اعتراض: امام شافعی فرماتے ہیں: **فرضنا** مذکورہ آیت میں **اوجبنا** کے معنی میں ہے

اعتراض پر دلیل:

مذکورہ معنی پر قرینہ بھی موجود ہے کہ فَرَضْنَا، علی کے ساتھ متعدی ہے اور "وَمَا مَلَكَتْ أَيمنهم "کا عطف في أزواجهم پر ہے، چونکہ باندیوں کا مہر تولازم ہی نہیں ہوتا لہذا فرضنا سے مہر کا مقرر کرنا نہیں بلکہ نفقہ ولباس مراد لازم کرنا مراد ہوگا اور یہ چیزیں بیوی و باندی دونوں کے لیے لازم ہے، لہذا آپ کا فرضنا سے مہر مراد لینا درست نہ ہوگا

جواب: فَرَضْنَا کا علی کے ساتھ متعدی ہونا معنی ایجاب کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے اور وَمَا مَلَكَتْ أَيمنهُم کا عطف في أزواجهم پر دوسرا فرضنا مقدر مان کر ہوگا تقدیری عبارت یہ ہوگی: قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم و ما فرضنا عليهم فيما ملكت ايمانهم لہذا پہلا فرضنا، قدرنا کے معنی میں اور دوسرا فرضنا، اوجبنا کے معنی میں ہوگا

(ومنه الأمر وهو قول القائل لغيره على سبيل استعلاء افعل)

سوال: امر کی تعریف بیان کریں

جواب: امر سے مراد قائل کا اپنے آپ کو بلند مرتبہ سمجھ کر افعل کے صیغے کے ساتھ مخاطب کو حکم دینا

یہاں مسمی امر مراد ہے نا کہ لفظ امر کیونکہ امر جس پر صادق آئے گا وہ ایسا لفظ ہوگا جس کو معلوم معنی کے لیے وضع کیا گیا ہوگا اور وہ معنی "کسی چیز کو وجوبی طور پر طلب کرنا" ہے

☆ عبارت میں لفظ قول مصدر ہے اس سے مراد کہی گئی بات ہے کیونکہ امر الفاظ کی اقسام میں سے ہے

سوال: امر کی تعریف کے فوائد و قیودات بیان کریں

جواب: (الأمر من اقسام الألفاظ) بمنزلہ جنس: جب یہ کہا تو تمام الفاظ شامل ہو گئے

(علی سبیل الاستعلاء) فصل اول: جب (علی سبیل الاستعلاء) کہا تو التماس اور دعا نکل گئے لیکن نہی باقی رہے گا

(افعل) فصل ثانی: جب (افعل) کہا تو نہی بھی نکل گیا

سوال: افعل سے کونسا صیغہ مراد ہے؟

جواب: مصنف کے قول (افعل) سے ہر وہ فعل مراد ہے جو مضارع سے اسی طرح (امر) مشتق ہو چاہے وہ غائب کا ہو یا حاضر کا ہو یا متکلم کا ہو اور چاہے معروف ہو یا مجہول ہو

سوال:(ویختص مرادہ بصیغۃ لازمۃ) مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں

جواب: اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ امر کی مراد صیغہ لازمہ کے ساتھ خاص ہوتی ہے یعنی امر دونوں طرفوں سے خاص ہوتا ہے یعنی امر کے ذریعے جملے کے وجوب کو ثابت کیا جاتا ہے

سوال:(حتی لایکون الفعل موجبا خلافا لبعض اصحاب الشافعی) مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: مذکورہ عبارت میں حضور ﷺ کے فعل کے امت پر واجب ہونے کے بارے میں اختلاف بیان کیا گیا ہے

احناف کا مذہب: احناف کے نزدیک حضور ﷺ کا فعل واجب کرنے والا نہیں ہے یعنی مراد صیغے کے ساتھ مخصوص ہے حضور ﷺ کے فعل سے وہ امت پر واجب نہیں گا

احناف کی دلائل: حضور ﷺ کا اپنے صحابہ کو صوم وصال سے اور جوتے اتارنے سے منع کرنا

پہلی دلیل: حضور ﷺ نے مسلسل روزے رکھے تو صحابہ کرام نے بھی شروع کر دیئے حضور ﷺ نے ان کو منع کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے کون میری مثل ہے میرا اللہ جل جلالہ مجھے کھلاتا اور پیلاتا ہے یعنی تم رات اور دن کے اکٹھے روزے کی طاقت نہیں رکھتے اور میرے لیے اللہ جل جلالہ کی طرف سے یہ روحانی طاقت ہے میں اس کے پاس سے کھاتا ہوں اور محبت کی شراب سے پیتا ہو اسی حدیث کی وجہ سے امت کے مجاہدین کے گروہ آٹھ پہر میں پانی کے ایک قطرے کے ساتھ افطار کرتے تاکہ کراہت سے نکل جائے

☆اس معاملے میں فرض ونوافل روزے برابر ہے

دوسری دلیل: حضور ﷺ اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے، آپ ﷺ نے جوتے اتارے تو صحابہ کرام نے بھی اتار دیئے نماز سے فارغ ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا: کس چیز نے تمہیں جوتے اتارنے پر ابھارا تو صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم نے آپ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل امین عَلَيْهِ ٱلسَّلَام نے مجھے بتایا کہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک پر تھوڑی سی گندگی ہے پس تم میں سے کوئی مسجد کی طرف آئے تو اپنے جوتوں کو دیکھ لے اگر گندگی ہو تو اس کو دور کر لے

شوافع کا مذہب: آپ فرماتے ہے کبھی کبھار کام علی سبیل التنزل ہوتا ہے لہذا فعل وجوب کے لیے آتا ہے جیسے امر وجوب کے لیے آتا ہے کیونکہ خندق کے دن حضور ﷺ کی چار نمازیں قضاء ہو گئی تو حضور ﷺ نے ان کو ترتیب کے ساتھ ادا فرمایا اور فرمایا اے صحابہ! نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے دیکھا حضور ﷺ نے اپنے افعال کی پیروی کو اپنی امت کے لیے لازم کیا

احناف کا جواب:(والوجوب استفيد بقوله عليه السلام : (صلوا كما رايتموني اصلى))

یہاں وجوب کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے فرمان سے ثابت کیا گیا ہے نا کہ فعل سے اگر فعل واجب کرنے والا ہو تا تو صحابہ کرام دیکھنے سے ہی پیروی کر لیتے وہ اصلاً اس قول کے محتاج نہ ہوتے

امام شافعی کی دوسری دلیل: امام شافعی فرماتے ہے کہ کبھی کبھار کام علی سبیل الترقی ہوتا ہے

فعل امر ہی کی قسم ہے کیونکہ امر کی دو قسمیں ہیں 1۔ قولی 2۔ فعلی

کیونکہ اللہ پاک نے امر کا اطلاق فعل پر بھی کیا ہے اس قول میں (وَمَآ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِيۡدٍ) یہاں امر فعل کے معنی میں ہے کیونکہ قول رشید کی صفت نہیں بنتا بلکہ قول سدید کی صفت بنتا ہے

احناف کا جواب: (وسمي الفعل به لأنه سببه)

یہاں فعل کو امر کے لفظ کے ساتھ اس لیے مخصوص کیا گیا کیونکہ امر فعل کے لیے سبب بنتا ہے

یہ مجازی باب سے ہے اور ہمارا کلام حقیقت کے بارے میں ہے نا کہ مجاز کے بارے میں

(موجبه الوجوب لا الندب والإباحة والتوقف سواء كان بعد الحظر او قبله)

سوال: امر کا موجب کیا ہے بالتفصیل بیان کریں

جواب: امر کا موجب وجوب ہے نا کہ ندب، اباحت، توقف اور اشتراک یعنی امر کا موجب صرف وجوب ہے نا کہ ندب، ناہی اباحت، ناہی توقف اور ناہی لفظی یا معنوی طور پر تین یا دو کے درمیان اشتراک

1۔ اہل ندب کہتے ہیں کہ امر طلب کے لیے آتا ہے لہذا ضروری ہے کہ یہ فعل کی طرف سے راجح ہو یہاں تک کہ اس کے ذریعے طلب کیا جائے اور سب سے ادنی طلب کرنا ندب ہے جیسا کہ اللہ پاک کا یہ فرمان (فَكَاتِبُوۡهُمۡ اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِيۡهِمۡ خَيۡرًا)

2۔ اہل اباحت کہتے ہے طلب کے معنی کسی کام کی اجازت ہونا اور اس کام کا حرام نہ ہونا ہے اور اس کا ادنی درجہ اباحت ہے جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان (فَاصۡطَادُوۡا)

3۔ اہل توقف کہتے ہے امر سولہ 16 معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ وجوب، اباحت، ندب، تہدید، تعجیز، ارشاد، تسخیر اور اس کے علاوہ بھی توجب

تک ان میں سے کسی ایک کا بھی قرینہ نہ آجائے تب تک امر پر عمل نہیں کیا جائے گا اور تب تک توقف واجب ہے یہاں تک کہ اس کی مراد معین ہو جائے

4۔ ہمارے نزدیک حقیقت میں امر وجوب کے لیے آتا ہے لہذا امر کو اسی پر محمول کیا جائے گا جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ آجائے، اور جب قرینہ آجائے گا تو اس کو حسب مقام محمول کیا جائے گا

سوال:(سواء کان بعد الحظر أو قبله) مذکورہ عبارت کن لوگوں کے رد کے لیے لائی گئی ہے؟

جواب: یہ عبارت ان لوگوں کا رد ہے جنہوں نے کہا کہ امر حضر کے بعد اباحت کے لیے اور حضر سے پہلے وجوب کے لیے آتا ہے اس طور پر کہ عقل و عادت بھی اس چیز کا تقاضہ کرتی ہیں جیسا کہ اللہ پاک کا قول(وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا)

مذکورہ گروہ کا رد: ہم کہتے ہیں کہ حضر کے بعد بھی امر اسی طرح وجوب کے لیے آتا ہے جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان (فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡهُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ) اور اللہ پاک کے اس قول(وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا) میں اباحت کو امر سے نہیں سمجھا گیا بلکہ اللہ پاک کے قول(أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ) سے سمجھا گیا ہے

☆ اور امر باصطیاد (شکار کرنے کا حکم) لوگوں کے لیے احسان اور نفع کے طور پر واقع ہوا ہے، اگر ہم امر باصطیاد کو وجوب کے معنی میں لے گئے تو پھر حاجیوں پر حرج لازم آئے گا

لہذا مناسب یہی ہے کہ یہ کہا جائے کہ امر مطلقاً وجوب کے لیے آتا ہے اور اس کے علاوہ کے قرائن اور مجاز کی وجہ سے اُس کو اس کے غیر پر بھی محمول کیا جاتا ہے

سوال: امر کا موجب وجوب ہے اس پر کتاب میں دیئے گئے چاروں دلائل بیان کریں

جواب: امر کا موجب وجوب ہے اس پر کتاب میں دیئے گئے چاروں دلائل درج ذیل ہیں

1 پہلی دلیل: (الانتفاء الخيرة عن المأمور بالأمر بالنص)

یعنی امر کا موجب وجوب اللہ و رسول کے پابند کردہ حکم سے نص کی وجہ سے اختیار کی نفی کرتا ہے اور وہ نص اللہ پاک کا یہ فرمان ہے(وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ)اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا حکم

امر کے ذریعے ہو تو اب ان (مسلمان مرد و عورت) کے لیے اس حکم میں کوئی اختیار نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ اگر چاہے تو قبول کرلے اور اگر چاہے تو قبول نہ کرئے بلکہ اب اس امر کو ادا کرنا ان پر واجب ہے

یہ بات صرف وجوب میں ہوتی ہے

اختیار کی نفی والی نص یہ آیت مبارکہ ہے (مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ) یہ خطاب ابلیس لعین سے تھا یعنی جب میں نے تجھے سجدے کا حکم دے دیا تو تیرے لیے اختیار نہیں ہے کہ تو سجدے کو ترک کردے

2 دوسری دلیل: (واستحقاق الوعید لتارکہ)

یعنی امر کا موجب وجوب ہے امر کے ترک کرنے والے کے لیے وعید کے مستحق ہونے کی نص کے ساتھ اور وہ نص یہ آیت مبارکہ ہے (فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ

يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) یعنی جو اللہ جل جلالہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ ڈریں اس بات سے کہ دنیا میں وہ فتنہ میں مبتلا ہو یا آخرت میں دردناک عذاب دیئے جائے

☆اس طرح کی وعید واجب کام میں ہی ہوتی ہے

3,4 تیسری اور چوتھی دلیل: (ودلالۃ الإجماع والمعقول)

اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے کیونکہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی سے کوئی کام کروانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس سے امر کے صیغے سے ہی وہ کام طلب کرئے گا اور طلب کے اندر تمام طلب وجوب ہوتا ہے یہاں اشتراک کی نفی ہو رہی ہے اس بات سے واضح ہو گیا کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ قیاس بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے کیونکہ تمام افعال کی گردانیں جیسا کہ ماضی، مستقبل، حال یہ معنی معلوم پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح امر بھی معنی معلوم پر دلالت کرتا ہے اور وہ وجوب ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لغت کا ثبوت قیاس سے لیا گیا ہے بلکہ یہاں اشتراک کے نا ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

بعض کہتے ہے کہ قیاس یہ ہے کہ جب کوئی آقا اپنے غلام کو کسی کام کا حکم دے اور وہ نہ کرئے تو وہ سزا کا مستحق ہو گا اگر امر وجوب کے لیے نہ ہوتا تو وہ سزا کا مستحق نہ ہوتا

سوال: جب امر وجوب کے علاوہ کسی معنی میں استعمال ہو تو وہ حقیقت ہو گا یا مجاز؟

جواب: جب امر وجوب کے علاوہ کسی معنی میں استعمال ہو تو وہ حقیقت ہو گا یا مجاز اس بارے میں اختلاف ہے

(فقيل إنه حقيقة لأنه بعضه وقيل لا؛ لأنه جاوز أصله)

بعض کہتے ہے کہ یہ حقیقت ہے کیونکہ یہ جس معنی میں بھی استعمال ہو گا ان میں سے ہر ایک کا بعض حصہ وجوب کا حصہ ہے لہذا یہ حقیقت قاصرہ ہے اور بعض کہتے ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے اگر حقیقت مراد لے تو اس صورت میں امر اپنی اصل سے تجاوز کر جائے گا اور وہ اصل وجوب ہے۔

اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ اگر صرف جنس کی طرف نظر کی جائے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ امر کا بعض حصہ ہے اس صورت میں یہ حقیقت قاصرہ کے معنی میں ہو گی اور اگر جنس اور فصل کی طرف نظر کی جائے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے معانی متباین ہے اور اگر اس معانی میں مراد لے تو یہ مجاز ہو گا

سوال: امر، اباحت اور ندب کا معنی بیان کریں

جواب: امر کا معنی فعل کا جائز ہونا ہے اس کے ترک کرنے کے حرام ہونے کے ساتھ

اباحت کا معنی فعل کا جائز ہونا ہے اس کے ترک کرنے کے جائز ہونے کے ساتھ

ندب کا معنی فعل کا کرنا ثواب ہو اس کا ترک گناہ نہ ہو

سوال: امر تکرار کا تقاضہ کرتا یا احتمال رکھتا ہے؟

جواب: (ولا يقتضي التكرار ولا يحتمله) امر نا ہی تکرار کا تقاضہ کرتا ہے جیسا کہ ایک گروہ اس طرف گیا ہے

مذکورہ گروہ کی دلیل: جب حج کا حکم نازل ہوا تو اقرع بن حابس نے عرض کیا: کیا یہ عمل ہم پر ہر دفعہ فرض ہے؟ انہوں نے امر کے صیغے سے تکرار کو سمجھا حالانکہ وہ اہل لسان بھی تھے پھر جب انہوں نے جان لیا کہ تکرار میں حرج عظیم ہے اور انکے ذہن میں اشکال پیدا ہو تو انہوں نے سوال کیا اور نا ہی امر تکرار کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ امام شافعی اس طرف گئے ہیں

امام شافعی کی دلیل: آپ دلیل کے طور پر فرماتے ہے کہ "اِضرِب" "اطلب منک ضربا" سے مختصر کیا گیا ہے، وہ نکرہ ہے اور نکرہ اگر مثبت جملے میں ہو تو وہ خاص ہو جاتا ہے اور وہی عموم / تکرار کا احتمال رکھتا ہے امر کو اسی پر محمول کیا جائے گا اس صیغے کے ساتھ ملی ہوئی دلیل کے پائے جانے کی وجہ سے

احناف کی دلیل: امر تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا کیونکہ امر طلبِ فعل بالمصدر سے مختصر ہے یعنی اضرب، اطلب منک الضرب سے مختصر ہے اور صلّ،

اطلب منک الصلوۃ سے مختصر ہیں، امر جس سے مختصر ہے جب وہ عدد کا احتمال نہیں رکھتا تو امر کیسے عدد کا احتمال رکھے گا؟یعنی جب مختصر منہ (اطلب منک الضرب)عدد کا احتمال نہیں رکھتا تو مختصر (اضرب) بھی عدد کا احتمال نہیں رکھے گا اور الفاظ واحدہ میں معنی وحدت کا لحاظ رکھا جاتا ہے

سوال:امر کے حکم کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟

جواب:امر کے حکم کی دو اقسام ہیں

1 وجوب اداء　　　2وجوب قضاء

سوال:جب امر تکرار کا تقاضہ اور احتمال نہیں رکھتا تو عبادات میں تکرار کی کیا صورت ہے؟

جواب: عبادت میں تکرار امر کی وجہ سے نہیں بلکہ اسباب کی وجہ سے ہے کیونکہ سبب کا تکرار مسبب کے تکرار پر دلالت کرتا ہے تو جب نماز کا وقت آئے گا تو نماز واجب ہو گی اور جب رمضان آئے گا تو روزہ واجب ہو گا اور جب مال کی ملک پر مالک ہو گا تو زکوۃ واجب ہو گی اس وجہ سے حج زندگی میں صرف ایک بار ہے کیونکہ بیت اللہ میں تکرار نہیں

سوال:وجوب ادا سے کیا مراد ہے؟

جواب:وجوب ادا سے مراد یہ ہے کہ امر کے ذریعے واجب کو اللہ کی طرف سپرد کرنا

یعنی عین واجب کو اللہ کی طرف سپرد کرنا جو امر کے ذریعے واجب ہوا یعنی اس کو یعنی اس کو عدم سے نکال کر وجود کی طرف لانا وقت معین میں

سوال:وجوب قضاء سے کیا مراد ہے؟

جواب:وجوب قضا سے مراد یہ ہے کہ امر کے ذریعہ یعنی مثل واجب کو اللہ کے سپرد کرنا تاکہ اس کے عین کو سپرد کرنا

سوال:حسن کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟

جواب:حسن کی دو اقسام ہیں اور وہ یہ ہیں

1 حسن لعینہ　　　2 حسن لغیرہ

سوال:قدرت کی کتنی اقسام ہیں؟بیان کریں

جواب:قدرت کی دو اقسام ہیں اور وہ یہ ہیں

1۔قدرت مطلق　　　2۔قدرت کامل

سوال: نہی کی تعریف بیان کریں　　　جواب: قائل کا اپنے غیر سے بلند رتبہ ہونے کی وجہ سے "لا تفعل" کہنا

سوال: اداء کامل کی تعریف بیان کریں جواب: "شریعت نے کام کو جیسالازم کیاویسااداء کرنا" اسے اداء کامل کہتے ہے

سوال: اداء قاصر کی تعریف بیان کریں

جواب: "شریعت نے کام کو جیسے لازم کیاویسے ادانہ کرنا" اسے اداء قاصر کہتے ہے

سوال: حسن لعینہ کی تعریف بیان کریں

جواب: مامور بہ کی ذات میں حسن اسکی وضع کی وجہ سے پایا جائے بغیر کسی واسطے کے

سوال: حسن لغیرہ کی تعریف بیان کریں

جواب: مامور بہ کی ذات میں حسن اسکی ذات کی وجہ سے ناپایا جائے بلکہ کسی واسطے سے ہو

سوال: قدرت کی تعریف بیان کریں

جواب: قدرت "اُس چیز کانام ہے جسکی وجہ سے بندہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے پر قادر ہو تا ہے"

سوال: قدرت مطلق کی تعریف بیان کریں

جواب: "وہ کم سے کم مقدار جسکی وجہ سے مکلف اپنے اوپر لازم فعل کرنے پر قادر ہو"

سوال: قدرت کامل کی تعریف بیان کریں۔ جواب: قدرت کی وہ قسم "جس کی ادائیگی بندہ مکلف پر آسانی سے لازم ہو"

ششماہی ثانی

جب مصنف عام کی بحث سے فارغ ہوئے تو مشترک کے بیان میں شروع ہوئے اور فرمایا

(وأما المشترك فما يتناول أفراد مختلفة الحدود على سبيل اللذل)

سوال: مشترک کی تعریف مع مثال بیان کریں

جواب: وہ لفظ جو بدل کے طریقے پر ایسے افراد کو شامل ہو جن کی حقیقتیں مختلف ہو

جیسا کہ لفظ قرء حیض اور طھر میں مشترک ہے

☆ کیونکہ یہ لفظ ان کے درمیان مشترک ہے اور یہ دونوں معنی ایک دوسرے کے متضاد ہے جو جمع نہیں ہو سکتے

☆ امام شافعی نے اس کی طھر سے تاویل کی اور امام اعظم ابو حنیفہ نے حیض سے تاویل کی

سوال: مشترک کی تعریف کے فوائد وقیودات بیان کریں

1 (فمایتناول افرادًا) فصل اول: اس کے ذریعے مصنف نے ایک سے اوپر کا ارادہ کیا تاکہ مشترک صرف دو معانی کو بھی شامل ہو جائے اور اس کے ذریعے خاص نکل گیا

2 (مختلفة الحدود) فصل ثانی: اس کے ذریعے عام نکل گیا کیونکہ اس کی حقیقت مختلف نہیں ہوتی

3 (علی سبیل البدل) فصل ثالث:

اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں

1 یا تو یہ پچھلے واقعے کے لیے وضاحت ہے

2 یا اس کے ذریعے امام شافعی کے اس قول (علی سبیل الشمول) سے احتراز کیا گیا ہے

3 بعض کہتے ہے کہ اس کے ذریعے لفظ (الشئ) سے احتراز کیا گیا ہے کیونکہ شئ اس اعتبار شئی اس اعتبار سے کہ وہ موجود کے معنی میں ہے اپنے تمام افراد میں اشراک معنوی کے ساتھ مشترک ہے اور تمام افراد کو علی سبیل الاجتماع شامل ہے

(وحكمه التوقف فيه بشرط التأمل ليترجح بعض وجوه للعمل به)

سوال: مشرک کا حکم بیان کریں۔

جواب: مشترک لفظ میں توقف کیا جائے گا غور وفکر کی شرط کے ساتھ یہاں تک کے عمل کے اعتبار سے کوئی معنی ترجیح پا جائے یعنی معانی میں سے معنی معین کے اعتقاد کے بارے میں توقف کیا جائے گا تاکہ اس پر عمل کرنے کے لیے کوئی ایک فرد ترجیح پا جائے یعنی عمل کے اعتبار سے معانی میں سے معنی معین کے یقین پر توقف کیا جائے نا کہ علم قطعی کے لیے جیسا کہ ہم نے لفظ قروء میں مختلف صورتوں سے غور وفکر کیا

1 ایک تو یہ کہ یہاں صیغہ "ثلاثۃ" ہے

2 دوسرا یہ کہ جمع کی کم سے کم مقدار تین ہے جیسے پہلے گزر چکا

3 تیسرا یہ کہ لفظ قروء جمع ہونے اور منتقل ہونے کے معنی میں آتا ہے اور ایام حیض میں خون جمع بھی ہوتا ہے اور منتقل بھی ہوتا ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر حیض سے خون مراد ہے تو وہ جمع بھی ہوتا ہے اور منتقل بھی ہوتا ہے اگرچہ حیض جامع نہیں بر خلاف طھر کے کیونکہ وہ ناہی جامع ہے نا مجتمع ہے اور ناہی منتقل اور اگر ایام دم حیض کا نام ہے تو وہ محل اجتماع اور محل انتقال ہے بر خلاف ایام طھر کے اس لیے کہ وہ محل انتقال نہیں ہے اگرچہ بظاہر محل اجتماع ہے

(ولا عموم له)

سوال: کیامشترک لفظ کے ذریعے عموم مراد لیاجاسکتاہے

جواب: اس مسئلے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے

احناف کا مذہب: ہمارے نزدیک اس کے لیے عموم نہیں ہے لہذا اس کے دو معنی کو ایک ساتھ مراد لینا جائز نہیں ہے

امام شافعی کا مذہب: آپ کے نزدیک اس کے دونوں معنی کو ایک ساتھ مراد لینا جائز ہے

جیسا کہ اللہ پاک کے اس فرمان "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" میں جب صلاۃ کی نسبت اللہ پاک کی طرف کی جائے گی تو رحمت مراد ہو گی اور جب فرشتوں کی طرف کی جائے گی تو استغفار مراد ہو گا یہاں ایک ہی لفظ (يُصَلُّوْنَ) سے دونوں معنی مراد ہے

احناف کا جواب:

احناف کہتے ہے یہ آیت مؤمنین پر اللہ پاک اور اس کے فرشتوں کی اقتداء کو واجب کرنے کے لیے چلائی گئی ہے

تو اس آیت کے معنی یہ ہونگے کہ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے اپنی شایان شان متوجہ ہوتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اپنی شایان شان حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ پاک کی، فرشتوں کی توجہ استغفار سے ہوتی ہے اور مؤمنین کی توجہ دعا سے ہوتی ہے۔

(وأما المؤوّل فما ترجح من المشترك بعض وجوه بغالب الرأي)

سوال: مؤوّل کی تعریف بیان کریں

جواب: جب مشرک کی بعض وجوہ غالب رائے کے ساتھ ترجیح پاجائے تو اسے منقول کہتے ہے

یعنی جب تک مشترک کے معنی میں سے کوئی ترجیح نہیں پائے گا تو وہ مشترک ہی رہے گا اور جب ان میں سے کوئی ایک معنی مجتھد کی تاویل کے ساتھ ترجیح پاجائے گا تو وہ مؤول ہو گا

اعتراض: جب مؤول کی مراد غالب رائے سے ظاہر ہوتی ہے تو اس کو لفظ کی اقسام میں شمار نہیں کرنا چاہیے تھا؟

جواب: مؤول لفظ کی ہی اقسام میں سے ہے کیونکہ اگرچہ یہ تأویل کے فعل سے حاصل ہوتا ہے لیکن تأویل کے بعد حکم ایک صیغے کی طرف مضاف ہوتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ نص اس حکم کے ساتھ نازل ہوئی ہے

سوال: مؤوّل کی تعریف میں (من المشترک) کی قید کیوں لگائی گئی؟

جواب: مؤول کی تعریف میں (من المشرک) کی قید اس لیے لگائی کیونکہ یہاں وہ مؤول مراد ہے جو مشترک کے بعد ہو وگرنہ تو جب خفی، مشکل اور مجمل کا خفاء ظنی دلیل سے زائل ہو جائے تو اسے بھی مؤول ہی کہا جاتا ہے لیکن وہ مؤول بیان کی اقسام میں سے ہیں

سوال: مؤول کی تعریف میں غالب رائے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مؤول کی تعریف میں غالب رائے سے مراد ظن غالب ہے اب چاہے وہ ظن غالب خبر واحد سے حاصل ہو یا قیاس سے حاصل ہو یا اس کے علاوہ کسی چیز سے حاصل ہو

سوال: کیا یہاں ظن غالب صرف اس تأویل کے ساتھ خاص ہے جو خبر واحد سے حاصل ہو یا صرف اس کے ساتھ خاص ہے جو تأویل سے حاصل ہو؟

جواب: جی نہیں! ایسا نہیں ہے کیونکہ کبھی کبھار مشترک کی بعض وجوہ میں سے کوئی معنی صیغہ میں غور و فکر کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے، کبھی کبھار سیاق کلام میں غور و فکر کرنے کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے اور کبھی کبھار محل میں غور و فکر کرنے کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے غور و فکر کی مثال: (القرء) کی طرف توجہ کرنا اور (ثلاثۃ) کی طرف توجہ کرنا

سیاق کلام کی مثال: اللہ پاک کا فرمان: (أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ) یہاں لفظ (احل) حلال کرنے کے معنی میں ہے اور یہ سیاق کلام سے معلوم ہوا۔ اور اللہ پاک کا دوسرا فرمان (احلنا دار المقامۃ)

یہاں لفظ (احلّ) حلول (ٹھہرنے کی جگہ) کے معنی میں ہے اور یہ سیاق کلام سے معلوم ہوا

سوال: مؤوّل کا حکم بیان کریں

جواب: مؤوّل پر عمل کرنا واجب ہے غلطی کے احتمال کے ساتھ

یعنی مؤوّل کا حکم یہ ہے کہ جو حکم مجتھد کی تأویل سے آیا ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے اور ساتھ ہی یہ احتمال بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ تأویل غلط ہو اور درستگی دوسری جانب ہو

حاصل کلام یہ ہے کہ مؤول ظنی ہے قطعی نہیں اور اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہو گا لیکن اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

(الظاھر)

سوال: ظاہر کی تعریف بیان کریں

جواب: ایسا کلام جس کی مراد سامع کے لیے صیغہ سننے سے ہی ظاہر ہو جائے

یعنی جس میں طلب اور غور و فکر کی ضرورت نا ہو جیسا کہ اس کے مقابلات میں ضرورت پڑتی ہے

اور سیاق کلام اور اس کے علاوہ کسی چیز کی صیغہ پر زیادتی نا کی گئی ہو جیسا کہ نص میں کی جاتی ہے اور یہ تمام چیزیں مصنف کے قول (بصیغہ) سے نکل گئی

سوال: ظاہر کے واقع ہونے کے لیے کیا چیز شرط ہے؟

جواب: ظاہر کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ (سامع) اہل زبان ہو یعنی اس زبان کو سمجھنے والا ہو

سوال: ظاہر کی تعریف میں (الکلام) کو کیوں ذکر کیا گیا؟

جواب: ظاہر کی تعریف میں لفظ (الکلام) کو اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ذکر کیا گیا ہے کہ اس (دوسری) تقسیم کا اور چوتھی تقسیم کا تعلق کلام کے ساتھ ہے

☆ اور تیسری و پہلی تقسیم کا تعلق کلمہ کے ساتھ ہے

اعتراض: مصنف نے ظاہر کی تعریف لفظ ظاہر (ماظھر) سے کی جو کہ درست نہیں کیونکہ اس طرح دور لازم آرہا ہے

کہ شئ کی اسی کے ذریعے تعریف بیان کرنا لہذا آپ کی تعریف درست نہیں ہے

جواب: یہاں ظہور (ماظھر) سے مراد ظہور لغوی ہے نا کہ ظہور اصطلاحی لہذا التعریف الشئ بنفسہ

(شئ کی اسی کے ذریعے تعریف بیان کرنے) کا اعتراض وارد نہیں ہوتا

سوال: ظاہر کا حکم بیان کریں

جواب: ظاہر کا حکم یہ ہے کہ جو معنی اس کلام سے ظاہر ہوا اس پر عمل کرنا واجب ہے قطع اور یقین کے طور پر یہاں تک کہ ظاہر سے حدود اور کفارے ثابت کرنا صحیح ہے

کیونکہ اس کی غایت یہ ہے کہ یہ مجاز کا احتمال رکھتا ہے اور یہ احتمال چونکہ کسی دلیل سے پیدا نہیں ہوتا لہذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا

(واما النص ما ازداد وضوحا على الظاہر معنى من المتكلم في نفس الصيغة)

سوال: نص کی تعریف بیان کریں

جواب: "ایسا کلام جو وضاحت میں ظاہر سے زیادہ ہو متکلم کے بیان کرنے کی وجہ سے نا کہ نفس صیغہ کی وجہ سے"

یعنی نص سے ایسے معنی سمجھ آئے جو ظاہر میں نہیں سمجھے گئے تھے متکلم کے اس لفظ سے اس معنی کو بیان کرنے کی وجہ سے نا کہ صرف نفس صیغہ سے

سوال: ظاہر اور نص میں سوق کلام شرط ہے یا نہیں؟ مفصل بیان کریں

جواب: اس بارے میں متقدمین اور متاخرین کے مختلف اقوال ہیں

1 متاخرین کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ نص میں سوق کلام شرط ہے اور ظاہر میں سوق کلام کا نا ہونا شرط ہے

اس طرح ان کے نزدیک یہ دونوں متبایان ہیں یعنی ان دونوں کے درمیان تباین کی نسبت ہے

پس جب کہا جائے کہ (جاءنی القوم) تو یہ قوم کے آنے کے بارے میں نص ہے اور جب یہ کہا جائے (رأیت فلانا حین جاءنی القوم) تو یہ جملہ فلاں کو دیکھنے کے بارے میں نص ہے اور قوم کے آنے کے بارے میں ظاہر ہے

2 لیکن متقدمین کے نزدیک ظاہر سوق کلام کے شرط ہونے یا نا ہونے کے بارے میں عام ہے (سوق کلام ظاہر کے ساتھ آ بھی سکتا ہے اور نہیں بھی) اور نص میں سوق کلام شرط ہے یہی حال ہے ہر اس قسم میں جو اس سے اوپر ہے

اس اعتبار سے ان کے نزدیک ان دونوں (ظاہر و نص) میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے

☆ اور ان میں سے بعض بعض سے اولی ہے اور ادنی اعلیٰ میں پائی جاتی ہے

سوال: نص کا حکم بیان کریں

جواب: نص کا حکم یہ ہے جو معنی اس کلام سے واضح ہوا اس پر عمل کرنا واجب ہے اس تأویل کے احتمال کے ساتھ کہ وہ کلام مجاز کے مرتبے میں ہو یعنی نص کا حکم یہ ہے کہ جو معنی اس کلام سے واضح ہوا اس پر عمل کرنا واجب ہے اس تأویل کے اعمال کے ساتھ کہ وہ کلام مجاز کے معنی میں ہو اور یہ تأویل کبھی تخصیص کے ضمن میں ہوتی ہے بایں طور کہ نص عام ہو اور تخصیص کا احتمال رکھتی ہو اور کبھی کبھار اس کے علاوہ کے ضمن میں ہوتی ہے بایں طور کہ نص حقیقت ہو اور مجاز کا احتمال رکھتی ہو لہذا اس قول کی حاجت نہیں ہے کہ (علی احتمال تأویل او تخصیص)

سوال: کیا ظاہر بھی تأویل کا احتمال رکھتا ہے؟

جواب: جی ہاں! کیونکہ نص جو کہ ظاہر سے زیادہ قوی ہے جب وہ تأویل کا احتمال رکھتا ہے تو ظاہر تو پھر بدرجہ اولی تأویل کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ وہ نص سے کم تر ہے

اعتراض: جب ظاہر و نص دونوں تأویل کا احتمال رکھتے ہیں تو ان کو ظنی کہنا چاہئے نا کہ قطعی

جواب: ان دونوں کے احتمال بغیر دلیل شرعی کے ہے اور جو احتمال دلیل شرعی کے بغیر ہو وہ قطعیت پر کوئی اثر نہیں کرتے

(وأما المفسر فما ازداد وضوحا علی وجه لا یبقی معه احتمال التأویل والتخصیص)

سوال: مفسر کی تعریف بیان کریں

جواب: "ایسا کلام جو وضاحت میں نص سے زیادہ ہو اس اعتبار سے ے کہ اس کے ساتھ تاویل تخصیص کا احتمال باقی نا رہے" برابر ہے

کہ وہ اعمال حضور ﷺ کے بیان کرنے سے باقی نا رہے بایں طور پر کہ وہ کلام مجمل تھا پھر بعد میں حضور ﷺ کے قول سے یا فعل سے مفسر ہو گیا یا اللہ پاک اس میں کوئی کلمہ بڑھا دیں جس کی وجہ سے تأویل و تخصیص کا احتمال باقی نا رہے

سوال: مفسر کا حکم بیان کریں

جواب: مفسر کا حکم یہ ہے کہ جو معنی اس کلام سے واضح ہوا اس پر عمل کرنا واجب ہے نسخ کے احتمال کے ساتھ

یعنی سفر کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے اس احتمال کے ساتھ کہ ہو سکتا ہے یہ منسوخ ہو جائے اور یہ (منسوخ ہونا) حضور ﷺ کے زمانے میں تھا حضور ﷺ کے جانے کے بعد سارا قرآن محکم ہے وہ نسخ کا احتمال نہیں رکھتا

(وأما المحكم فما أحكم المراد به عن احتمال النسخ والتبديل)

سوال: محکم کے تعریف بیان کریں

جواب: "ایسا کلام جس کی مراد پر نسخ و تبدیل کے احتمال کے ساتھ حکم لگا دیا جائے"

یعنی ایسا کلام جس کی مراد پر حکم لگا دیا جائے اس حال میں کہ وہ نسخ اور تبدیل کے احتمال سے ممتنع ہو جائے

سوال: محکم کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟

جواب: محکم کی دو اقسام ہیں اور وہ یہ ہیں

1۔ محکم لعینہ 2۔ محکم لغیرہ

محکم لعینہ: جس محکم میں نسخ کا احتمال اس کی ذات میں پائے جانے والے معنی کی وجہ سے منقطع ہو اسے محکم لعینہ کہتے ہے مثلاً: آیات توحید اور صفات

محکم لغیرہ: جس محکم میں نسخ کا احتمال حضور ﷺ کی ظاہری وفات کی وجہ سے منقطع ہو اسے محکم لغیرہ کہتے ہے

(وحكمه وجوب العمل به من غير احتمال)

سوال: محکم کا حکم بیان کریں

جواب: محکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے احتمال کے بغیر یعنی تاویل و اس میں تخصیص کا احتمال نہیں ہوتا اور نا ہی نسخ کا احتمال ہوتا ہے

سوال: ماتن نے محکم کی تعریف میں لفظ (ازداد) کو کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب: اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ محکم پر مفسر سے کسی چیز کے واضح ہونے کی زیادتی نہیں ہوتی بلکہ انتہا ہوتی ہے اور اس میں قوت کے اعتبار سے زیادتی ہے وہ نسخ کے احتمال کا نا ہونا ہے

کقولہ تعالی: (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا)

سوال: ظاہر و نص کی مثال بیان کریں

جواب: اللہ پاک کا فرمان (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا) ظاہر و نص کی مثال ہے یہ آیت بیع کے حلال ہونے اور سود کے حرام ہونے کے بارے میں ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان فرق بیان کرنے میں نص ہے کیونکہ کفار یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ سود حلال ہے یہاں تک کہ وہ کہتے بیع سود کی طرح ہے تو اللہ پاک نے ان کا رد کیا اور فرمایا بیع کیسے سود کی مثل ہے؟ اللہ پاک نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا

و قولہ تعالی: (فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ اِلَّا اِبْلِيْسَ)

سوال: مفسر کی مثال بیان کریں

جواب: اللہ پاک کا فرمان (فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ اِلَّا اِبْلِيْسَ) مفسر کی مثال ہے پس لفظ (فسجد) ملائکہ کے سجدہ کرنے کے بارے میں ظاہر ہے، تعظیم آدم علیہ السلام میں نص ہے لیکن یہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے یعنی کیا صرف بعض ملائکہ نے سجدہ کیا بایں طور پر کہ لفظ (الملائکہ) عام ہے اس میں سے بعض خاص ہوا اور یہ تاویل کا احتمال اس طور پر بھی رکھتا ہے کہ انہوں نے علیحدہ علیحدہ سجدہ کیا یا ایک ساتھ کیا تو پہلا احتمال (بعض نے سجدہ کیا یا سب نے کیا) لفظ (کلھم) سے ختم ہو گیا اور دوسرا احتمال (علیحدہ علیحدہ سجدہ کیا یا ایک ساتھ کیا) لفظ (اجمعون) سے ختم ہو گیا تو یہ کلام مفسر ہو گیا

اعتراض: یہ آیت مفسر نہیں ہے کیونکہ ابھی یہ احتمال ہے کہ کیا انہوں نے صف بنا کر سجدہ کیا یا حلقہ بنا کہ سجدہ کیا؟

جواب: یہ آیت مفسر ہی ہے کیونکہ اگرچہ فرشتوں نے صف بنا کر سجدہ کیا ہو یا حلقہ بنا کر مقصود تعظیم آدم علیہ السلام ہے اور وہ دونوں صورتوں میں ہو رہی ہے لہذا یہ آیت کے مفسر ہونے پر اثر نہیں کرتا

اور دوسرا یہ کہ ہم نے یہ دعوہ نہیں کیا یہ آیت من کل الوجوہ مفسر ہے بلکہ ہمارا دعوہ بعض وجوہ سے مفسر ہونے کا ہے

اعتراض: اس آیت میں ابلیس کو مستثنیٰ کیا گیا ہے تو پھر یہ کیسے مفسر ہو گئی؟

جواب: اِلَّا ۖ اِبْلِيْسَ کا استثناء باب تخصیص سے نہیں ہے کیونکہ تخصیص کلام موصول اور مستقل کے ذریعے ہوتی ہے اور استثناء اگرچہ موصول تو ہے

لیکن خود مستقل کلام نہیں ہے اس لیے اس استثناء کو تخصیص کا نام نہیں دیا جاسکتا لہذا یہ کلام مفسر ہی ہے اس میں کوئی اشکال نہیں

2 الا ابلیس میں استثناء متصل نہیں بلکہ منقطع ہے کیونکہ ابلیس فرشتوں کی جماعت سے نہیں تھا بلکہ عبادت کی وجہ سے ان کے ساتھ رہتا تھا

سوال: محکم کی مثال بیان کریں

جواب: اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ

اس میں تاویل، تخصیص اور منسوخ ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہے اس لیے یہ محکم ہے

احکام میں سے محکم کی مثال: الجہاد ماض الی یوم القیامۃ جہاد قیامت تک جاری رہنے والا ہے

(و یظھر التفاوت عند التعارض لیصیر الادنی متروکا بالاعلی)

سوال: ان چاروں اقسام میں فرق کب ظاہر ہو گا؟

جواب: ان چاروں اقسام میں تعارض کے وقت فرق ظاہر ہو گا اور تعارض کی وجہ سے ادنی کو چھوڑ دیا جائے گا

یعنی ان چاروں اقسام کے درمیان ظنی اور قطعی ہونے کے اعتبار سے فرق ظاہر نہیں ہو گا کیونکہ یہ تمام اقسام قطعی ہیں بلکہ ان چاروں اقسام میں تعارض کے وقت فرق ظاہر ہو گا اور اس وقت اعلیٰ پر عمل کیا جائے گا ادنی کو چھوڑ دیا جائے گا لہذا جب ظاہر اور نص کے درمیان تعارض ہو گا تو نص پر عمل کیا جائے گا، جب نص اور مفسر کے درمیان تعارض ہو گا تو مفسر پر عمل کیا جائے گا

جب مفسر اور محکم میں تعارض ہو گا تو محکم پر عمل کیا جائے گا لیکن یہ تعارض صوری ہو گا حقیقی نہیں ہو گا کیونکہ تعارض حقیقی دو حجتوں کے درمیان برابری کا تضاد ہے اور یہاں ایسی بات نہیں ہے

سوال: ظاہر اور نص کے درمیان تعارض کی مثال بیان کریں

جواب: اللہ پاک کا ایک فرمان یہ ہے "وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ"

اور اللہ پاک کا دوسرا فرمان یہ ہے "فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ"

پہلی آیت چار عورتوں کی قید کے بغیر تمام حلال عورتوں سے نکاح کے حلال ہونے کے بارے میں ظاہر ہے اور اس آیت کے مطابق مناسب یہی ہے کہ چار سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا حلال (جائز) ہو

اور دوسری آیت چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کے جائز نا ہونے کے بارے میں نص ہے کیونکہ دوسری آیت تعداد نکاح کے بارے میں چلائی گئی ہے

اب ان دونوں (ظاہر و نص) میں تعارض (ٹکراؤ) ہو گیا تو نص کو ترجیح ہو گی اور چار نکاحوں پر اقتصار کیا جائے گا

اور بعض کہتے ہے پہلی آیت مہر کے شرط ہونے کے بارے میں نص ہے اور دوسری آیت مہر کے شرط نا ہونے کے بارے میں ظاہر ہے تو اب ان دونوں میں تعارض ہو گیا تو نص کو ترجیح ہو گی اور مال (مہر) واجب ہو گا

سوال: نص اور مفسر کے درمیان تعارض کی مثال کتاب کی روشنی میں بیان کریں

جواب: حضور ﷺ کا ایک فرمان یہ ہے: "المستحاضة تتوضا لكل صلاة"

اور حضور ﷺ کا ایک فرمان یہ بھی ہے: "المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلاة"

حضور ﷺ کا پہلا فرمان ہر نماز (چاہے ادا ہو یا قضا ہو) کے لیے نئے وضو کا تقاضہ کرنے کے بارے میں نص ہے لیکن یہ تاؤیل کا احتمال رکھتا ہے کہ ہو سکتا ہے یہاں لام وقت کے معنی میں ہو کہ ہر وقت کے لیے ایک

وضو کافی ہے تو اس وضو سے جتنے چاہے فرائض و نوافل ادا کرئے اور حضور ﷺ کا دوسرا فرمان تاؤیل کا احتمال نا رکھنے کے بارے میں مفسر ہے اس میں (الوقت) لفظ کے صراحت کے ساتھ پائے جانے کی وجہ سے تو جب ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا تو مفسر کو ترجیح ہو گی یعنی ہر نماز کے وقت میں ایک ہی مرتبہ وضو کرنا کافی ہو گا

اور امام شافعی اس سے آگاہ نا ہو سکے تو وہ پہلی حدیث پر عمل کرتے ہے

سوال: مفسر اور محکم کے درمیان تعارض کی مثال کتاب کی روشن میں بیان کریں

جواب: اللہ پاک کا ایک فرمان یہ ہے "وَ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ"

اور اللہ پاک کا دوسرا فرمان یہ ہے "وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا"

پہلی آیت محدود فی القذف (جس کو کسی عورت پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا دی گئی ہو) کے توبہ کرنے کے بعد اس کی گواہی کے قبول کرنے کا تقاضہ کرنے کے بارے میں مفسر ہے کیونکہ توبہ کرنے کے بعد وہ عادل بن گئے ہیں اور دوسری آیت ان کی گواہی کو قبول نا کرنے کا تقاضہ کرنے کے بارے میں محکم ہے آیت میں ہمیشگی والے لفظ کی صراحت کی وجہ سے تو جب ان دونوں کے درمیان تعارض ہو گیا تو محکم پر عمل کیا جائے گا

اور جو لوگ یہ کہتے ہے کہ مفسر اور محکم کے درمیان تعارض کی مثال نہیں پائی جاتی وہ کم علمی اور تلاش نا کرنے کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں

(وأما الخفي فما خفي مراده بعارض غير الصيغة لا ينال الا بالطلب)

سوال: خفی کی تعریف بیان کریں

جواب: "ایسا کلام جس کی مراد پوشیدہ ہو کسی عارض کی وجہ سے نا کہ نفس صیغہ کی وجہ سے جس کو طلب کے ساتھ حاصل کیا جاتا ہے

یعنی خفی ایسا کلام ہے جس کی مراد کسی عارض کی وجہ سے پوشیدہ ہو صیغہ کے علاوہ کسی امر سے

سوال: خفی کی تعریف میں صیغہ کے علاوہ عارض کی قید کیوں لگائی گئی؟

جواب: خفی کی تعریف میں صیغہ کے علاوہ عارض کی قید اس لیے لگائی کہ اگر یہ قید نا لگاتے تو اس میں خفاء زیادہ ہو جاتا اور اس کو مشکل اور مجمل کہا جاتا اور اس وقت یہ ظاہر کا مقابل نا ہوتا وہ ظاہر جس میں ادنی ظہور ہوتا ہے

☆ جس طرح ظہور کی اقسام میں ترتیب تھی اسی طرح خفاء کی اقسام میں بھی ترتیب ضروری ہے

☆ خفی کی مراد کو طلب کے ساتھ حاصل کیا جا سکتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی لباس اور ہیت تبدیل کیے بغیر شہر میں چھپ جائے

(وحكم النظر فيه ليعلم اختفائه لمزية او نقصان فيظهر المراد به)

سوال: خفی کا حکم بیان کریں

جواب: خفی کا حکم یہ ہے کہ اس میں غور و کیا جائے گا تا کہ جان لیا جائے کہ معنی کی پوشیدگی زیادتی کی وجہ سے ہے یا کمی کی وجہ سے ہے تا کہ ظاہر ہو جائے جہاں معنی کی زیادتی ہو گی وہاں دلالت انھی کی وجہ سے حکم لگ جائے گا اور جہاں کمی ہو گی وہاں حکم نہیں لگے گا

(كاية السرقة في حق الطرار والنباش)

سوال: خفی کی مثال بیان کریں

جواب: خفی کی مثال جیسا کہ چوری والی آیت طرار (جیب کترے) اور نباش (کفن چور) کے بارے میں

اللہ پاک کا فرمان (وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا) ہر چور کا ہاتھ کاٹنے کے وجوب کے حق میں ظاہر ہے اور طرار و نباش کے حق میں خفی ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے نام کے ساتھ خاص ہے اہل لسان کے عرف میں پس جب ہم نے غور و فکر کیا تو ہم نے جان لیا کہ جیب کترا دوسرے نام کے ساتھ اس لیے خاص ہے کہ اس میں چوری کا معنی زیادہ اشد طریقے سے پایا جا رہا ہے لہذا اس کا بھی وہی حکم ہو گا کیونکہ چوری کے معنی ہے "مال محفوظ محترم کو پوشیدہ طریقے سے لے لینا" اور طرار (جیب کترا) مال کی حفاظت کرنے والے کے جاگتے ہوئے چوری کرتا ہے اور نباش بھی دوسرے نام کے ساتھ اس

لیے خاص ہوا کہ اس میں چوری کا معنی کم طور پر پایا جارہا ہے لہذا اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائے گے کیونکہ نباش مردہ کے مال کو چوری کرتا ہے وہ مردہ جو اپنے مال کی حفاظت کرنے والا نہیں ہے

پس ہم طرار (جیب کترے) کے ہاتھ کاٹے گے اور نباش (کفن چور) کے ہاتھ نہیں کاٹے گے اس میں چوری کے معنی کے کم تر پائے جانے کی وجہ سے

☆ تالہ لگے ہوئے گھر سے کفن چوری کرنے کا حکم:

اگر قبر تالہ لگے ہوئے گھر میں ہو اور نباش (کفن چور) کفن چوری کرئے تو بعض کے نزدیک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جیسا ہم نے ذکر کیا (کیونکہ مردہ مال کی حفاظت نہیں کر رہا) اور بعض کے نزدیک مکان کے ذریعے حفاظت کے پائے جانے کی وجہ سے کفن چور کے ہاتھ کاٹے جائے گے اگرچہ مردہ مال کی حفاظت نہیں کر رہا

اور یہ ساری بحث ہمارے (احناف) کے نزدیک ہے

امام ابو یوسف اور امام شافعی کا مذہب: آپ دونوں کے نزدیک ہر حال میں نباش (کفن چور) کے ہاتھ کاٹے جائیں گے

امام ابو یوسف اور امام شافعی کی دلیل: حضور ﷺ نے فرمایا: "من نبش قطعناہ" جو چوری کرئے ہم اس کا ہاتھ کاٹیں گے

احناف کی دلیل:

ہم اس حدیث میں (من نبش قطعناہ) کو سیاست پر محمول کرتے ہے یعنی معاشرے میں کسی چیز کی خرابی کو روکنے کے لیے اور امن قائم کرنے کے لیے قاضی کو اس کا اختیار ہے کہ وہ چور کے ہاتھ کاٹے حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے "لا قطع على المختفي" مختفی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اہل مدینہ کی لغت میں مختفی نباش کو کہتے ہے

(وأما المشكل فهو الداخل في أشكاله)

سوال: مشکل کی تعریف بیان کریں

جواب: "ایسا کلام جو اپنے ہم معانی میں داخل ہو جائے"

یعنی ایسا کلام جو اپنے ہم مثل میں مل جائے اس کی مثال ایسے ایسی ہے جیسے کوئی اجنبی شخص اپنے لباس اور ہییت کو تبدیل کر کے لوگوں کے مجمے میں مل جائے

#مشکل میں خفی سے زیادہ خفاء (پوشید گی) ہوتا ہے اور یہ (مشکل) اس نص کے مقابلے میں آتا ہے جس میں ظاہر کی

بانسبت زیادہ وضاحت ہوتی ہے

سوال: مشکل کو جانے کے لیے کتنی چیزوں کی طرف محتاجی ہوتی ہے؟

جواب: مشکل کو جاننے کے لیے دو چیزوں کی طرف محتاجی ہوتی ہے

1 طلب (معنی کو جاننا)

2 تأمل (حاصل ہونے والے معنی میں غور وفکر کرنا سیاق وسباق کی طرف نظر کرتے ہوئے)

سوال: مشکل کا حکم بیان کریں

جواب: مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس میں اللہ پاک کی جو بھی مراد ہے اس کے حق ہونے کا یقین رکھنا پھر اس کے معنی کی طرف متوجہ ہونا اور پھر اس کے معانی میں غور وفکر کرنا یہاں تک کہ اس کی مراد واضح ہو جائے یعنی مشکل کا حکم یہ ہے اولا اس کلام میں اللہ پاک کی جو بھی مراد ہے اس کو سننے کے ساتھ ہی اس کے حق ہونے کا یقین رکھنا پھر اس کے معنی کو طلب کرنے کی طرف متوجہ ہونا یعنی وہ لفظ کن کن معنی میں استعمال ہوتا ہے پھر ان معانی میں غور و فکر کرنا کہ ان متعدد معانی میں سے یہاں کونسا معنی مراد ہے

سوال: مشکل کی مثال بیان کریں۔

جواب: اللہ پاک قرآن پاک میں فرماتا ہے "فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ" اس آیت میں کلمہ "اَنّٰی" مشکل کی مثال ہے کبھی کبھار (اَنّٰی) "من این" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ پاک کے فرمان میں "اَنّٰی لَکِ ھٰذَا" میں یعنی یہ پھل ہر روز تمہارے لیے کہاں سے آتا ہے اور کبھی کبھار (اَنّٰی) کیف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ پاک کے فرمان "اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ" میں یعنی میرے لیے بچہ کیسے ہو گا؟

پس اب یہاں اللہ پاک کے فرمان (اَنّٰی شِئْتُمْ ۡ) میں یہ بات مشتبہ ہو گئی کہ یہاں ان میں سے کونسا معنی مراد ہے؟ اگر ہم اَنّٰی سے این کا معنی مراد لے تو معنی کچھ یوں ہو گا تم جس مکان سے چاہو آؤ چاہے قبل (اگلا مقام) سے چاہے دبر (پچھلا مقام) سے تو اس صورت میں عورت سے لواطت کا حلال ہونا ثابت ہو گا

اور اگر ہم اَنّٰی سے کیف کا معنی مراد لے تو پھر معنی یوں ہو گا تم اپنی کھیتیوں کی طرف آؤ جس کیفیت سے تم چاہو چاہے کھڑے ہو کر چاہے بیٹھ کر چاہے لیٹ کر

تو اس صورت میں یہ آیت کیفیت (حالت) کے عموم پر دلالت کرئے گی نا کہ مقام کے عموم پر تو جب ہم نے لفظ "حرث" میں غور وفکر کیا تو ہم نے جان

لیا کہ یہاں اَنّٰی کیف کے معنی میں ہے کیونکہ دبر (پچھلا مقام) کھیتی کی جگہ نہیں ہے (کھیتی اس زمین کو کہتے ہے جس میں بیج ڈالا جائے تو وہ پھل دے) بلکہ دبر (پچھلا مقام) پاخانہ کی جگہ ہے

سوال: عورت سے لواطت کا حکم کیا ہے اور اس کے حرام ہونے کا حکم کیسا ہے مفصل بیان کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ مرد سے لواطت کا حکم کس سے ثابت ہے؟

جواب: عورت سے لواطت حرام ہے لیکن اس کے حرام ہونے کا حکم ظنی ہے اس لیے اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہو گا اور اس لواطت کو حالت حیض میں وطی کرنے پر قیاس کیا گیا ہے تکلیف کی علت کی وجہ سے اور مرد سے لواطت حرام ہے اور اس کے حرام ہونے کا حکم قطعی، کتاب اللہ (قرآن) سے، سنت (حدیث) سے اور اجماع امت سے ثابت ہے

سوال: مشکل کی مذکورہ مثال "فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ" کسی اور چیز کی بھی مثال بن سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! مشکل کی مذکورہ مثال اس مشترک کی مثال بھی بن سکتی ہے جس میں تاویل کے ساتھ ایک معنی ترجیح پا جائے اور وہ موول ہو جائے اور کبھی ایسے استعارے کی بناء پر اشتباہ اور اشکال پیدا ہو جاتا ہے جو نادر بھی ہو اور خفی بھی ہو

مثلاً: اللہ پاک قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے "قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ" اس آیت میں جنت کے برتنوں کے وصف بیان کیے گئے ہیں لیکن یہاں یہ اشکال پیدا ہوا کہ برتن چاندی کا نہیں ہوتا بلکہ شیشے کا ہوتا ہے تو جب ہم نے اس کے معنی کو طلب کیا تو ہم نے جان لیا کہ پیالے کی دو صفتیں ہوتی ہیں

1۔ حمیدہ (اچھی) اور وہ شفاف اور صاف ہونا ہے   2۔ ذمیمہ (بری) اور وہ کالا ہونا ہے

اسی طرح جب ہم نے چاندی کے معنی کو طلب کیا تو ہم نے جان لیا کہ چاندی کی بھی دو صفتیں ہوتی ہے

1۔ حمیدہ (اچھی) اور وہ سفید ہونا ہے   2۔ ذمیمہ (بری) اور وہ سفید نا ہونا ہے

(وأما المجمل فما ازدحمت فيه المعاني واشتبه المراد به... الی آخرہ)

سوال: مجمل کی تعریف بیان کریں۔

جواب: "ایسا کلام جس میں کثیر معانی جمع ہو جائے جن کی وجہ سے کلام کی مراد پوشیدہ ہو جائے ایسی پوشیدہ جس کو عبارت سے نہیں جانا جا سکتا بلکہ اس کو جاننے کے لیے استفسار (پوچھنے)، طلب اور تامل کی طرف لوٹنا پڑے

سوال: "ازدحام المعانی" سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ بہت سے معانی کا جمع ہو جانا کسی ایک کو ترجیح دیئے بغیر جبکہ مشترک میں ترجیح کا باب بند ہو جاتا ہے یا پھر بہت سے معانی کا لفظ کے غیر معروف ہونے کی وجہ سے جمع ہو جانا

جیسا کہ اللہ پاک کے اس فرمان میں لفظ ھلوع مذکور ہے "اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا (19) اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا(20) وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا(21)" اس کلام میں اللہ پاک کے بیان کرنے سے پہلے لفظ "ھلوعا" مجمل تھا اس کی اصل مراد معلوم نہیں تھی لیکن اللہ پاک کے آگے والے فرمان "اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ الآیہ" نے اس کو بیان کر دیا

سوال: مجمل کی تعریف کے فوائد و قیودات بیان کریں

جواب: مجمل کی تعریف کے فوائد و قیودات درج ذیل ہیں

1 "ازدحمت فیہ المعانی" بمنزلہ جنس:

جب ازدحمت فیہ المعانی کہا تو مشترک خفی اور مشکل شامل ہو گئے

2 "واشتبہ المراد بہ اشتباھاً الی آخرہ" بمنزلہ فصل:

جب یہ کہا تو خفی، مشکل اور مشترک نکل گئے کہ کیونکہ خفی کو صرف طلب کے ساتھ جان لیا جاتا ہے اور مشترک و مشکل کو طلب کے بعد تأمل سے جانا جاتا ہے بر خلاف مجمل کے کیونکہ اس کو جاننے کے لیے تین طلبات کی محتاجگی ہوتی ہے۔ 1۔ مجمِل سے استفسار کرنا یعنی پوچھنا 2۔ پھر اس لفظ کے اوصاف کو معلوم کرنا

3۔ پھر تعیین کے لیے ان معانی میں غور و فکر کرنا

مجمل کی دنیاوی مثال: اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ کوئی اجنبی شخص اپنے وطن سے چلا جائے، عام لوگوں میں شامل ہو جائے اور اس سے اس وقت تک واقفیت حاصل نہیں سکتی یہاں تک کہ لوگوں سے معلوم نا کیا جائے

☆ اس میں مشکل سے زیادہ خفاء ہوتا ہے اور یہ اس مفسر کا مقابل ہوتا ہے جس میں نص کی بانسبت زیادہ وضاحت ہوتی ہے

پھر جب ہم نے تین طلبوں کے بعد جان لیا تو متشابہ نکل گیا کیونکہ اس میں طلب کرنا جائز نہیں ہے اور نا ہی طلب کے ذریعے اس کے حقیقی معنی کو جانا جاتا ہے

سوال: مجمل کا حکم بیان کریں

جواب: مجمل کا حکم یہ ہے کہ اس میں اللہ پاک کی جو مراد ہے اس کے حق ہونے کا یقین رکھنا اور اس میں خاموشی اختیار کرتا یہاں تک کہ مجمل کے بیان کی وضاحت ہو جائے

اب برابر ہے کہ وہ بیان کافی اور تسلی بخش ہو یا تسلی بخش اور کافی نا ہو

مجمل کے بیان شافی ہونے کی مثال: جیسا کہ (الصلاۃ والزکاۃ) اللہ پاک کے فرمان میں "وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ"

پس لغت میں الصلاۃ دعا مانگنے کو کہتے ہے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ یہاں کونسی دعا مراد ہے تو حضور ﷺ نے اس کی تفسیر بیان کر دی اپنے کافی اور تسلی بخش افعال کے ساتھ اس کے اول سے لے کر آخر تک

پھر جب ہم نے اس چیز پر غور و فکر کیا کہ یہ کن چیزوں پر مشتمل ہے تو ہم نے جان لیا کہ نماز قیام، قعود، رکوع، سجود، تکبیر تحریمہ، قراءت، تسبیحات اور اذکار پر مشتمل ہے

پھر ہم نے جان لیا کہ ان میں سے بعض فرض ہے، بعض واجب ہے، بعض سنت ہے اور بعض مستحب ہے تو اتنی وضاحت کے بعد یہ

مفسر ہو گا اسی طرح لغت میں زکوۃ نمو کو کہتے ہے اور اس کی مراد واضح نہیں تھی تو اس کو حضور ﷺ نے اپنے ان اقوال سے بیان کر دیا کہ 1 "اپنے مالوں میں سے دسویں کا چوتھا حصہ لاؤ"

2 "سونے پر کوئی چیز لازم نہیں ہے یہاں تک کہ وہ بیس مثقال ہو جائے اور چاندی پر کوئی چیز لازم نہیں ہے یہاں تک کہ وہ دو سو درہم ہو جائے

اسی طرح آپ نے سوائم جانوروں کے بارے میں بھی فرمایا پھر ہم نے اس کے اسباب، شرائط اور علل کو طلب کیا تو ہم نے جان لیا کہ زکوۃ میں علت نصاب کا مالک ہونا ہے اور زکوۃ کے لیے مال پر ایک کا سال کا گزرنا شرط ہے

یا وہ بیان کافی اور تسلی بخش نہیں ہو گا جیسا کہ سود اللہ پاک کے فرمان "حرم الربوا" میں، یہ (سود) مجمل تھا تو اس کو حضور ﷺ نے اپنے اس فرمان سے بیان کر دیا ہے گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک، سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے چاندی برابر برابر، ہاتھوں وہاتھ (نقد و نقد) بیع ہے اور زیادتی سود ہے پھر ہم نے اس حرمت کی وجہ سے ان مذکورہ اشیاء میں اوصاف معلوم کیے تاکہ ان چھ چیزوں کے علاوہ چیزوں کی خرید و فروخت کا حال معلوم ہو جائے تو بعض فقہا (احناف) نے قدر و جنس کو علت قرار دیا بعض فقہاء (شوافع) نے طعم و ثمنیت کو علت قرار دیا اور بعض فقہا (مالکیہ) نے اقتساب (روزی کے طور پر استعمال کی جانے والی چیزوں) اور ادخار (ذخیرہ ہونے والی چیزوں) کو علت قرار دیا پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنی بیان کردہ علتوں کے تحت مختلف احکام کو بیان کیا

حاصل کلام یہ ہے کہ سود کے بارے میں تسلی بخش وضاحت نا ہونے کی وجہ سے یہ مجمل سے نکل کر مشکل کے مقام میں پہنچ گیا اس بنا پر حضرت عمر رَضِیَ

اللہ عَنْہُ نے حرث کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا حضور ﷺ ہم سے رخصت ہوئے اس حال میں کہ آپ نے سود کے بارے میں تسکین بخش وضاحت نہ کی

(وأما المتشابه فهو اسم لما انقطع رجاء معرفة المراد منه)

سوال: المتشابہ کی تعریف بیان کریں

جواب: "ایسا کلام جس سے مراد کی پہچان کی امید ختم ہو جائے" یعنی اس کے ظاہر ہونے کی امید نہیں ہوتی اور یہ پوشیدگی میں ایسے ہی انتہا کو پہنچا ہوا ہوتا ہے جیسے محکم وضاحت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہوتا ہے

المتشابہ کی دنیاوی مثال: اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی ایسا شخص جو اپنے شہر سے غائب ہو جائے اور اس کی نشانیاں، ہم اثر (زمانے والے) اور پڑوسی بھی مر چکے ہو

سوال: المتشابہ کا حکم بیان کریں

جواب: مشابہ کا حکم یہ ہے کہ درستگی کو پانے سے پہلے اس کے حق ہونے کا یقین رکھنا

یعنی اس بات کا یقین رکھنا کہ اس میں اللہ پاک کی جو بھی مراد ہے حق ہے اگرچہ اس کی مراد قیامت کے دن ہر ایک کے لیے ظاہر ہو جائے گی

سوال: المتشابہ کا مذکورہ حکم کس کے حق میں ہے؟

جواب: المتشابہ کا مذکورہ حکم امت کے حق میں ہے اور متشابہات کی مراد حضور ﷺ کے سامنے ظاہر ہے اور اگر حضور ﷺ کے لیے یہ بات نامانی جائے تو تخاطب (کلام) کا فائدہ باطل ہو جائے گا

اور یہ فائدہ مہمل (بے فائدہ) ہو جائے گا اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ حبشیہ زبان میں عربی شخص کے ساتھ کلام کرنا

☆ اور یہ ساری بحث ہمارے نزدیک ہے

اما شافعی اور معتزلہ کے گروہ کا مذہب: ان کے نزدیک مضبوط اہل علم بھی متشابہات کی تاویل کو جانتے ہیں اور اس اختلاف کے پیدا ہونے کا سبب اللہ پاک کا یہ فرمان ہے "وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا"

احناف کے نزدیک مذکورہ آیت کی بحث:

احناف کے نزدیک اس آیت میں "الا اللہ" پر وقف واجب ہے اور "وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ" سے نیا جملہ شروع ہو رہا ہے کیونکہ اللہ پاک نے مشابہات میں غور و فکر کرنے کو زائغین (گمراہوں) کا حصہ بنایا جبکہ راسخین کا حصہ قبول کرنا اور تابعداری کرنا ہے

2اور کیونکہ بعض قراءتوں میں "الراسخون" بغیر واؤ کے ہے   3اور بعض قراءتوں میں "یقول الراسخون" ہے

امام شافعی کے نزدیک مذکورہ آیت کی بحث:

امام شافعی کے نزدیک "الا اللہ" پر وقف نہیں کیا جائے گا بلکہ "الراسخون" کے لفظ "اللہ" پر واو عاطفہ کے ذریعے عطف کیا جائے گا

2اور یقول الراسخون کے جواب میں آپ نے فرمایا یقول (الراسخون) کا حال واقع ہو گا

اور ان کے نزدیک اس کے معنی یہ ہونگے "تشابہات کی تاویل نہیں جانتا مگر اللہ اور علم میں مضبوط علماء"

سوال: مذکورہ آیت کے تحت ہونے والا اختلاف کونسا ہے؟

جواب: اس آیت کے تحت ہونے والا اختلاف لفظی ہے اس طرح کے جو کہے راسخین (مضبوط علم والے) ان مشابہات کی تاویل کو نہیں جانتے" اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حقیقی تاویل کو نہیں جانتے وہ تاویل جس کے حق ہونے کا یقین رکھنا واجب ہے اور جو یہ کہے کہ راسخین (مضبوط علماء) بھی ان تشابہات کی تاویل کو جانتے ہیں اس سے ان کی مراد ظنی تاویل کو جاننا ہے

اعتراض: اگر علماء بھی ان مشابہات کی تاویلوں کو نہیں جانتے تو پھر ان متابہات کو نازل کرنے کا کیا مقصد ہے؟

جواب: مشابہات کو نازل کرنے کا مقصد لوگوں کو توقف اور قبول کرنے کے امتحان میں مبتلا کرنا ہے کیونکہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں 1۔ جاہل 2۔عالم   جاہلوں کا امتحان یہ ہے کہ وہ علم کو سیکھے اور اس کو حاصل کرنے میں مشغول ہو جائے

اور علماء کا امتحان یہ ہے کہ وہ قرآن پاک کے تشابہات میں غور و فکر نا کرئے اور پوشیدہ باتوں کی فکر میں نا پڑے اس لیے کہ یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے راز ہے اور اللہ ورسول کے علاوہ ان کو کوئی بھی نہیں جانتا کیونکہ ہر ایک کا امتحان اس کو اس کی تمنع یا خواہش کے خلاف میں مبتلا کرنا ہے اور جاہل کی خواہش علم حاصل کرنے اور غور و فکر کرنے کو چھوڑنا ہے لہذا اس کو اس میں مبتلا کر دیا اور عالم کی خواہش ہر چیز کو جاننا ہے تو اس کو اسی میں مبتلا کر دیا

سوال: مشابہ کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟   جواب: مشابہ کی دو اقسام ہیں اور وہ یہ ہیں

1۔ وہ مشابہ جس کا معنی بالکل نہیں جانا جاسکتا مثلاً: الم اور حم وغیرہ وہ تشابہات جن کے ہر کلمے کو کلام میں توڑ کر پڑھا جاتا ہے اور نہ ہی ان کلموں کے معانی کو جانا جاتا ہے کیونکہ کلام عرب میں ان کو کسی معنی کے لیے وضع نہیں کیا گیا

2۔ وہ مشابہ جس کا لغوی معنی تو معلوم ہو لیکن اللہ پاک کی مراد معلوم نہ ہو کیونکہ ان کا ظاہر ہونا محکم آیات کے خلاف ہے مثلاً: ید اللہ، وجہ اللہ، الرحمن علی العرش استوی وغیرہ